ماھنامہ

انوارِ مدینہ

شمارہ : ۱۲	ذی الحجہ ۱۴۲۹ھ / دسمبر ۲۰۰۸ء	جلد : ۱۶

سیّد مسعود میاں	سیّد محمود میاں
نائب مدیر	مدیر اعلٰی

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۷ روپے.........سالانہ ۲۰۰ روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ ۷۵ ریال

بھارت، بنگلہ دیش .... سالانہ ۲۰ امریکی ڈالر

برطانیہ، افریقہ .... سالانہ ۲۰ ڈالر

امریکہ .... سالانہ ۲۵ ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کا اِی میل ایڈریس

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

fatwa_abdulwahid1@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

اکاؤنٹ نمبر انوارِ مدینہ MCB (0954) 7914-2

فون نمبرات

جامعہ مدنیہ جدید : +92 - 42 - 5330311

خانقاہِ حامدیہ : +92 - 42 - 5330310

فون/فیکس : +92 - 42 - 7703662

رہائش ''بیت الحمد'' : +92 - 42 - 7726702

موبائل : +92 - 333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درسِ حدیث	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب ؒ	۵
ملفوظات شیخ الاسلام ؒ	حضرت مولانا ابوالحسن صاحب بارہ بنکوی ؒ	۱۲
حضرت عائشہ ؓ کی عمر اور حکیم نیاز احمد کا مغالطہ	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب ؒ	۱۴
حقوق کا بیان	حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی ؒ	۱۷
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مناقب	حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب ؒ	۱۹
افتتاحی خطاب	حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب	۲۲
دین پورا کب ہوتا ہے؟	حضرت ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب	۳۳
گلدستۂ احادیث	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۴۲
ماہِ ذی الحجہ کے فضائل واَحکام	حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب	۴۶
دینی مسائل		۶۰
وفیات		۶۲
اخبار الجامعہ		۶۳

آپ کی مدتِ خریداری ماہ ....ختم ہوگئی ہے

آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ..................روپے جلد اِرسال فرمائیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم اما بعد !

بالآخر وہ ناپسندیدہ ساعت آہی گئی جس کا ڈر ہر محبِّ وطن پاکستانی کو برسوں سے بے چین کیے ہوئے تھا اور وہ ایک عرصہ سے چلّا چلّا کر اِسلام کے اَزلی بدخواہوں کے بدعزائم سے ہرکس وناکس کو آگاہ کر رہا تھا مگر چند بیدار مغزوں کے سوا کسی نے بھی اِس پکار پر کان نہ دھرا۔ آخر کو ۲۰ رنومبر کے قومی جرائد میں شہ سُرخی سے یہ خبر شائع ہوگئی کہ :

> ''بنوں : صوبہ سرحد میں پہلا امریکی میزائل حملہ۔ امریکی جاسوس طیاروں نے جانی خیل میں حاکم خان کے گھر پر ۳ رمیزائل داغے۔ سرحد میں امریکی جاسوس طیاروں کی پروازوں سے خوف وہراس پھیل گیا۔''

بہت ساری عیسائی ریاستوں کا مجموعہ ''امریکہ'' جو سال ہا سال سے اِسلام کے خلاف صلیب کی سربلندی کے لیے نہ صرف جنگی کارروائیاں کر رہا ہے بلکہ عالمی سطح پر اُن کی قیادت کرتے ہوئے عیسائی یہودی اِتحاد کو مزید من گھڑت بنیادیں فراہم کرتے ہوئے بہت تیزی کے ساتھ مسلمانوں کی سیاسی اور عسکری قوتوں پر کاری ضربیں لگا رہا ہے۔ دُوسری طرف مسلمان حکمران اور عوام کی اکثریت اِس سب کچھ کے باوجود چپ سادھے ہوئے ہیں۔ سوائے مٹھی بھر سرپھروں کے مسلمانوں کی عالمی سُبکی سے کسی پر جوں تک نہیں رینگ رہی۔

صوبہ سرحد پاکستان پر اَمریکہ کے براہِ راست حملہ کے موقع پر منتخب عوامی حکومت اور اہم سیاسی جماعتوں کی طرف سے اگر اِتنا بھی ہو جاتا کہ وہ اپنے کو ووٹ دینے والے عوام کو سڑکوں پر لے آتے اور

پورے ملک میں کفر کے خلاف '' اِعلان جہاد '' کر دیتے تو اُس کو بھی کسی درجہ کا ردِّ عمل قرار دیا جا سکتا تھا مگر کیا عوام اور کیا اُن کے منتخب کردہ قائدین سب ہی کو جیسے سانپ سونگھ گیا ہو۔

اَفسوس صد اَفسوس! اپنی ناپاک مہم سر کرنے کا بھلا اِس سے بہتر موقع پہلے کبھی کفر کے ہاتھ لگا ہوگا ؟

گزشتہ ماہ گلاسگو سے ایک مہربان دوست تشریف لائے تھے وہاں پر اپنے ساتھ پیش آنے والا ایک واقعہ بیان کیا کہ عید کے موقع پر اپنے بچوں کے کپڑے خریدنے کے لیے ایک مسلمان کی دُکان پر گیا، سوٹ خریدے اور دُکاندار کو بتایا کہ بچوں کو پہنا کر دیکھوں گا اگر بڑا چھوٹا ہوا تو بدلوالُوں گا، دُکاندار نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ میں گھر گیا کچھ کپڑوں کا ناپ دُرست نہیں تھا میں واپس کرنے نہیں بلکہ معاہدہ کے مطابق بدلوانے کے لیے اُس کی دُکان پر گیا اور جوڑے بدلنے کا کہا تو مسلمان دُکاندار نے صاف اِنکار کر دیا کہ نہ بدلوں گا نہ واپس لُوں گا خیر جھک مار کر واپس ہو گیا پھر میں نے اُس دُکان پر جانا چھوڑ دیا اور ایک ہندو کی دُکان سے خریداری شروع کر دی وہ معاملہ کا کھرا تھا کبھی کبھی ہنس کر پنجابی میں یوں کہا کرتا تھا کہ اپنے اِن ''مُسلوں'' کو سمجھاتے کیوں نہیں ہو اِنہیں کیا ہو گیا ہے کیا اِن کو اللہ کے سامنے پیشی سے ڈر نہیں لگتا۔ وہ مہمان کہہ رہے تھے کہ اُس کی یہ بات باتیں سن کر بڑی شرم آتی ہے۔

خواص کیا اور عوام کیا ہر سطح پر اور ہر میدان میں اِس دور کا مسلمان بدترین بدعملی میں مبتلا ہے اور ہر مسلمان اپنے کو نظر اَنداز کر کے دُوسرے پر خوب خوب تنقیدی نظر رکھتا ہے۔ اِسی کو خودغرضی اور مطلب پرستی کہا جاتا ہے۔ اپنے حق میں حساس ہونا اور دُوسروں کے لیے بے حس بن جانا باہمی نفرتوں کے ایسے دریا کو جنم دیتا ہے کہ جس میں قوموں کی قومیں اِس طرح ڈوب جاتی ہیں کہ پھر کبھی اُبھر نہیں سکتیں اور کوئی اُن کا نام لینے والا بھی باقی نہیں رہتا۔

اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو منافقت اور بدعملی سے سچی توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے تا کہ ہم باہم متحد ہو کر اپنے خلاف ہونے والی کفر کی سیاسی اور جنگی مہموں کو ناکام بنا کر اپنی عزتِ رفتہ کو واپس لا سکیں۔

وما علینا الا البلاغ المبین.

مولایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ‏ درسِ حدیث ‏ عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ

حضرتِ اقدس پیرومرشد مولانا سید حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے۔(آمین)

جھوٹے نبی کے خلاف حضرت ابوبکرؓ کا جہاد اور چھ سو صحابہ کرامؓ کی شہادت

حضرت عمرؓ کا حضرت خالدؓ سے حساب طلب کرنا اور کٹوتی فرمانا

حضرت عمارؓ اور حضرت خالدؓ کی فضیلت۔ شیعہ حافظ نہیں ہو پاتے اور اِس کی وجہ

﴿ تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

(کیسٹ نمبر 57 سائیڈB 1986 - 04 - 11)

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلٰوۃ والسلام علٰی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہٖ اجمعین امابعد !

حضرتِ رسولِ کریم علیہ الصلٰوۃ والتسلیم کے ایک صحابی حضرتِ عمار ابن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہوا تھا کہ حضرتِ خالد رضی اللہ عنہ سے اُن کی تلخ کلامی ہوئی اَور رسول اللہ ﷺ کے سامنے ہوتی رہیں باتیں، سُنتے رہے آپ۔ پھر آپ نے فرمایا مَنْ عَادٰی عَمَّارًا عَادَاہُ اللّٰہُ وَمَنْ اَبْغَضَ عَمَّارًا اَبْغَضَہُ اللّٰہُ جو عمارؓ سے دُشمنی کرے تو اللہ تعالیٰ گویا اُس سے دُشمنی فرمائیں گے دُشمنوں والا معاملہ فرمائیں گے اَور جو عمار ابن یاسرؓ سے بغض رکھے تو اللہ تعالیٰ اُسے مبغوض رکھیں گے۔ حضرتِ خالدؓ فرماتے ہیں کہ جب میں وہاں سے نکلا تو مجھے سب سے زیادہ جو چیز اچھی لگتی تھی وہ یہ کہ عمار ابن یاسرؓ میرے سے خوش ہوں۔

رسول اللہ ﷺ سے حضرتِ خالد ابن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف بھی منقول ہے۔ ایک روایت تو ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی، وہ یہ ہے کہ ایک جگہ ہم تھے، لوگ گزر رہے تھے وہاں سے، ایسی جگہ تھی کہ جہاں یہ جنابِ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے اَور گزرنے والے نظر آرہے تھے کہ جارہے

ہیں۔ تو رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم مجھ سے دریافت فرماتے تھے کہ یہ کون جارہا ہے؟ تو میں نام لے دیتا تھا اُس کا کہ یہ فلاں ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ نِعْمَ عَبْدُ اللّٰہِ ھٰذَا یہ اللہ کا اچھا بندہ ہے۔ کوئی اَور گزرتا تھا فرمایا کون ہے یہ، یہ کون گزرا ہے؟ میں نے نام لے لیا تو پھر آپ نے فرمایا بِئْسَ عَبْدُ اللّٰہِ ھٰذَا یہ اچھا آدمی نہیں ہے یہ بُرا آدمی ہے یعنی خدا کے نزدیک برا آدمی ہے۔ تو ویسے تو ہر ایک کے بارے میں اِس طرح کی باتیں ہر کسی سے نہیں کرتے تھے، بہت ہی خصوصیت کی بات ہے کہ جنابِ رسول اللہ ﷺ کسی کے بارے میں اظہار فرمائیں ایسا، ورنہ نہیں فرماتے تھے اظہار۔

ایک صحابی ہیں حضرتِ حذیفہ ابنِ یمان رضی اللہ عنہ، اُن کے بارے میں آتا ہے کہ اُن کو نام بتا رکھتے تھے کہ یہ یہ یہ منافق ہیں۔ منافق ہیں کیا، منافق ہی رہیں گے گویا ایمان سے محروم ہی رہیں گے یہ۔ اَب یہ معیوب چیز ہے عیب کی چیز ہے تو اِس کو کسی پر ظاہر اُنہوں نے بھی نہیں کیا، پتہ تھا اُن کو،

اِن حضرات کو مطلع کرنے کا فائدہ :

اِس سے فائدہ بھی تھا مثلاً حضرتِ حذیفہ ابنِ یمانؓ سے کہیں کوئی چیز مشورۃً کہی جارہی ہو تو وہ اُس میں مشورہ دے سکتے تھے کہ اِس آدمی کو اِس کام پر مامور نہ کریں ایک تو یہ بات بھی ہے دُوسری بات یہ بھی ہے کہ جو آدمی منافق ہی تھا تو اُس سے اچھے کام تو ہونے ہی نہیں تھے خود بخود ہی، تو دُوسرے صحابۂ کرامؓ نے بھی اُن کو کسی ایسے بلند مقام پر نہیں پہنچایا کہ جس میں ایسی نوبت آئے کہ حضرتِ حذیفہ ابنِ یمانؓ اُس کے بارے میں راز ظاہر کریں۔

اُستاد کی اہمیت، بے فیض رہنے کی ایک وجہ :

اَور معلوم یہ ہوتا ہے سب کے سب اِسی طرح بیکار کے بیکار ہی رہے بالکل ایسے ہے جیسے ہماری مذہبی تعلیم کے اَندر تو اُستاد کی خوشنودی بہت ہی ضروری چیز ہے اگر کسی سے اُستاد خوش نہ ہو تو اُس سے آگے کو فیض ہی چلنا بند ہوجاتا ہے ناراض ہو فیض ہی چلنا بند ہوجاتا ہے چاہے بہت لائق ہو اَور ایسے بھی ہوتا ہے کہ استعداد اُس کی اِتنی نہیں ہے لیکن وہ مقبول ہوتا چلا جاتا ہے طالب علموں میں اَور اُس سے فائدہ بہت ہوتا ہے۔ یہ رضامندی اَور ناراضگی کا اَثر پڑتا ہے۔

شیعہ حافظِ قرآن نہیں ہو پاتے ، ایک لطیف وجہ :

اَب یہ شیعہ جو ہیں یہ حافظ نہیں ہو سکتے کیونکہ قرآنِ پاک جن لوگوں نے جمع کیا ہے اَور پھیلایا ہے نشر کیا ہے اُن سے یہ دُشمنی رکھتے ہیں۔ حضرتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وہ لکھوایا جمع کروایا وہ رکھا رہا حضرتِ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس۔

جھوٹے نبی کی عمر ایک سو چالیس برس سے زائد تھی :

ایک شخص تھا ''مسیلمہ کذاب'' جس نے نبوت کا دعوٰی کیا تھا رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں، وہ بڑا با اَثر آدمی تھا بنی حنیفہ یہ اُس کا قبیلہ تھا عمر رسیدہ شخص تھا بہت عمر تھی ایک سو چالیس سال عمر تھی اُس کی جب وہ جنابِ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تھا اَور اُس نے کہا تھا کہ ایسے کیے لیتے ہیں کہ آپ کے پاس فلاں فلاں قسم کے علاقے رہیں میرے پاس فلاں فلاں قسم کے علاقے رہیں۔ تو رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا تھا کہ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ یُوْرِثُھَا مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ کہ زمین تو خدا کی ہے جسے چاہے اللہ تعالیٰ اُس کا وارث بنادے قابض بنادے مالک بنادے اَور میرا مقصد تو دین پھیلانا ہے اَور اِس طرح کی سودے بازی اگر کروگے تم تو پھر یہ جو میرے ہاتھ میں ایک چھڑی ہے جرید یعنی جس کھجور کی شاخ کے پتے چھڑادیے جائیں اَور وہ ایک چھڑی رہ جاتی ہے پتلی سی چیز تھی کہ اِس طرح کی باتوں میں تو اگر تم مجھ سے یہ کہو کہ یہ دے دُوں میں تمہیں تو یہ بھی نہیں دُوں گا اَوْ کَمَا قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ یہ گویا اُس کا مفہوم ہے جو آپ نے گفتگو کی۔

پھر آپ نے فرمایا کہ میں نے جو خواب میں دیکھا تھا مجھے معلوم ہوتا ہے وہ تُو ہے اُن میں سے ایک۔ دو کنگن دیکھے سونے کے دستِ مبارک میں خواب میں تو حکم یہ ہوا خواب ہی میں کہ اِنہیں پھونک مارو پھونک ماری تو وہ اُڑ گئے تو آپ نے تعبیر لی تھی کہ یہ کذاب ہیں جھوٹے ہیں دو اَور جاتے بھی رہیں گے ختم بھی ہو جائیں گے۔

سوائے ''مرزا'' کے جھوٹے نبیوں کا معاملہ زیادہ دیر نہیں چلا :

تو یہ نبوت والا معاملہ چلا ہی کسی کا نہیں، چلانے کی کوشش دیکھا دیکھی بہت کی حتّٰی کہ ایک عورت بھی ہوگئی تھی ''سَجَّاحْ'' اُس نے بھی نبی ہونے کا دعوٰی کردیا تھا۔ کبھی بھی نہیں چلی نبوت سوائے اِس

''مرزا غلام احمد قادیانی'' کے یہ اُن سب سے بڑا ہوگیا آگے بڑھ گیا اَور اِس لیے بڑھ گیا آگے کہ اِسے سر پرستی حاصل ہے حکومت کی، برطانیہ نے اِس کو بڑھایا ہے اُس کا پیدا کردہ ہے یہ نبی۔ اَور اَب جو ہے ہمارے یہاں حکومت یہ بھی سیکولر ہے جو چاہے اپنے مذہب کی تبلیغ کرتا رہے کوئی رُکاوٹ نہیں ہے اُس پر، تو عملاً سیکولر اسٹیٹ ہے یہ، اِس لیے یہ بڑھ رہے ہیں ورنہ تو منٹوں میں ختم۔

یہ مسیلمہ کذاب کا قصّہ ایک پیش آیا بہت بڑا پھر اُس میں رسول اللہ ﷺ نے اُس وقت فرمایا تھا کہ هٰذَا ثَابِتٌ یُجِیْبُکَ عَنِّیْ یہ ثابت ابنِ قیس ابنِ شماس رضی اللہ عنہ یہ جَهِیْرُ الصَّوْت تھے بڑی آواز تھی مجمع تک پہنچ جاتی تھی فصیح اللسان تھے اَور سمجھدار تھے بلاغت بھی تھی موقع کے مناسب بات کرتے تھے۔ تو یہ میری طرف سے تمہیں جواب دیں گے پھر آپ تشریف لے گئے، اُس موقع پر تو یہ ہوا۔

جھوٹے نبی کے خلاف حضرت ابوبکرؓ کا جہاد کرنا، بارہ ہزار سے بیس ہزار تک مارے گئے :

بعد میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دَور میں نوبت آئی لڑائی کی جہاد کرنا پڑا اُس سے، اُس جہاد میں بہت نقصان ہوا ہے اُن کا یعنی کم اَز کم بارہ ہزار آدمی اُن کے مارے گئے ورنہ اِکیس ہزار آدمی مارے گئے ہیں بیس اِکیس ہزار آدمی اُس کے طرفدار جو تھے جو اُس کی طرف سے لڑ رہے تھے تو یہ نقصان معمولی نہیں ہے اِتنی بڑی تعداد کا مارا جانا۔

چھ سو اَہم صحابہ کرامؓ شہید ہوئے :

لیکن صحابۂ کرام کا بھی بہت نقصان ہوا ہے اِس اعتبار سے کہ اُس میں تو بڑے بڑے قاری شہید ہوگئے کافی تعداد بنتی تھی اُن کی، کل شہید جو تھے وہ چھ سو تھے جبکہ اُدھر اِتنے مارے گئے۔ لیکن اِن کی شہادت سے ذہن میں یہ آیا صحابۂ کرامؓ کے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذہن میں یہ آیا کہ اچھا ہو کہ قرآنِ پاک کو لکھ لیا جائے کیونکہ اَبھی تک لکھنے کا اہتمام نہیں ہے یادداشت ہے بس، لکھ لیا جائے تو بہتر ہو کیونکہ معرکوں میں جانا منع نہیں کیا جاسکتا کسی کو بھی کہ مت جاؤ اَور یہ بھی پتہ نہیں کہ وہ بچتا ہے یا شہید ہوتا ہے تو اگر اِسی طرح شہادتیں اَور ہوتی رہیں تو بڑا مشکل ہوجائے گا کہیں خدانخواستہ قرآنِ پاک ہی ناپید غیر محفوظ ہوجائے گا تو لکھوالیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے وعدہ جو کیا ہے وہ یہ ہے کہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ ہم نے ہی یہ قرآن اُتارا ہے، ہم ہی اِس کی حفاظت کریں گے تو لکھوا تو لیا اُنہوں نے مگر حفاظ اِتنے ہوتے رہے پیدا کہ

اُس لکھے ہوئے کو جگہ جگہ نسخے لکھوا کر بھجوانے کی ضرورت بالکل نہیں پڑی۔

حضرتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا دَور گزرا حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ کا دَور سارا گزر گیا حضرتِ عثمان رضی اللہ عنہ کے دَور میں جو فتوحات ہوئیں اُن علاقوں میں ایسے لوگ ملے کہ جن کی وجہ سے یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ ایک قراءت رہ جائے، باقی جو ہیں وہ لوگ نہیں سمجھتے دُشواری ہوتی ہے تو حضرتِ عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بس ایسے کرو کہ اِس کے نسخے تیار کرو اور بھجوادو، بھجوادِیے وہ نسخے تیار کر کے اَور جہاں اِختلاف ہوا اہل مدینہ کی زبان کا اَور مکہ مکرمہ والوں کی زبان کا تو وہاں فَاکْتُبُوْا بِلُغَةِ الْقُرَیْشِ فَاِنَّ الْقُرْاٰنَ نَزَلَ بِلُغَةِ قُرَیْشٍ اِس طرح اُنہوں نے ہدایت لکھ دی کہ لُغتِ قریش کو مقدم رکھا جائے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی زبانِ مبارک وہی تھی اُسی پر وہ اُترا ہے اَور باقی جو ہیں باقی کی اجازت دی گئی۔ وہ اُنہوں نے اپنے دَور میں جگہ جگہ بھجوائے اَور جو باقی پُرانے نسخے پہلے کسی کے پاس تھے وہ اُنہوں نے حکم دیا کہ شہید کر دیے جائیں یُخْرَقُ یا یُحْرَقُ جلا دیے جائیں، تو جلانے کو بھی اُچھالا تو گیا ہے کہ اِنہوں نے قرآنِ پاک جلوایا ہے پروپیگنڈہ (بے جا) اُن کے خلاف جو ہوا ہے اُس میں یہ بھی آیا ہے۔

لیکن دیکھا تو یہ جائے گا کہ جلیل القدر صحابی نے کیا کیا ہے؟ جلیل القدر صحابی تو بنتے ہیں حضرتِ عثمانؓ نہ کہ معترض لوگ، معترض جو تھے وہ تو صحابی تک بھی نہیں تھے وہ تو یونہی نوجوان طبقہ تھا ایک، عمل دیکھنا پڑے گا صحابی نے کیا کیا، جو صحابی نے کیا بس اللہ کے نزدیک وہ ٹھیک ہے کیونکہ ہمیں تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ اُن کی پیروی کرو اَور جو اُن میں سے کسی کی بھی پیروی کر رہا ہے وہ نجات پا جائے گا اَور جو اُن میں سے کسی کی بھی پیروی کر رہا ہے وہ سب ایک طبقہ ہے وہ ''اہل سُنّت والجماعت'' کا ہے تو صحابۂ کرام کو بڑا درجہ دیا گیا ہے اَور مدار اُنہیں پر بیٹھتا ہے اگر اُنہیں درمیان سے نکال دیں تو دین ہی ختم ہے۔

تو آقائے نامدار ﷺ کے رازدار صحابۂ کرامؓ جو تھے وہ جانتے تھے کہ فلاں اچھا اَور فلاں خراب ہے۔ میں یہ کہہ رہا تھا کہ جو خراب ہے جس میں نفاق ہے اُس سے خود بخود بھی اچھے کام ہوئے ہی نہیں ہوں گے کہ اُسے کسی اچھی جگہ لگایا جا سکے کیونکہ دین کے معاملے میں وہ پیچھے رہا ہوگا جیسے آج کوئی شیعہ حافظ نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ قرآنِ پاک کو لکھوایا حضرتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہے اَور اشاعت اُس کی ہوئی ہے تو حضرتِ عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہوئی ہے اَور اِن دونوں سے اُن (شیعوں) کے دل میں بغض ہوتا ہے تو

قرآنِ پاک خدا کی قدرت ہے کہ اِنہیں یاد نہیں ہوتا۔ اگر وہ دعوٰی کرتے ہیں کہ یاد ہے قرآن ہمیں تو پھر اُن سے سُننا چاہیں تو نہیں سُنا سکتے سلب ہو جاتے ہیں تو جو منافقین تھے اُن سے اچھے کام ہوئے بھی نہیں کہ یہ نوبت آتی کہ وہ علی الاعلان کہتے کہ اِس کے بارے میں تو رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا ہے تو وہ خود ہی ایسے رہے ہیں مشکوک زندگی گزاری ہے، غلط کاموں کی طرف یا نیکی میں پیچھے اِس طرح کی حالت رہی ہے۔

تو آقائے نامدار ﷺ ایک ایک کے بارے میں ایسے دریافت فرماتے رہے یہ کون گزرا ہے یہ کون گزرا ہے یا اَب کون گزرا اَب کون گزرا؟ ہوسکتا ہے آپ لیٹے ہوئے ہوں پوچھ رہے ہوں کہ اَب کون گزرا اَب کون گزرا؟ وہ نام لے لیتے تھے اَور رسول اللہ ﷺ بتلا دیتے تھے حتّٰی کہ پوچھا کہ اَب کون گزرا؟ تو اُنہوں نے بتایا کہ یہ خالد ابن ولید ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نِعْمَ عَبْدُ اللّٰہِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِیْدِ سَیْفٌ مِّنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ یہ اللہ کے اچھے بندے ہیں خالد ابن الولید نام بھی اُن کا اپنی زبانِ مبارک سے اَدا فرمایا اَور پھر فرمایا سَیْفٌ مِّنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ یہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں۔

یہاں پر دُوسری جگہ آتا ہے حضرت عبیدہ ابن جراح رضی اللہ عنہ کا۔ یہ اَور حضرت خالد دونوں ساتھ ساتھ رہے ہیں وہ معرکہ جو بہت بڑا معرکہ ہوا تھا یرموک کا رُومیوں کے ساتھ اُس میں حضرتِ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ عشرۂ مبشرہ میں ہیں بہت بڑا درجہ ہے اُن کا صحابیت کے اعتبار سے اَور وہ اَمیرِ لشکر تھے، حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی قدر و منزلت سب جانتے تھے تو اُن سے محاذِ جنگ کے نقشوں میں مدد لیتے تھے۔

فرضِ منصبی، حضرت خالدؓ سے حضرت عمرؓ کی بلا رعایت حساب طلبی اور کٹوتی :

حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ کی جب گرفت ہوئی ہے حضرت خالد رضی اللہ عنہ پر کچھ چیزوں میں مثال کے طور پر، خرچ جو میں وہاں کروں گا اُس کا حساب میں نہیں دے سکتا یہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بات کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ یہ بات ٹھیک نہیں ہے اِن کو نہ بنائیے مگر اُنہوں نے پھر اَمیر بنا دیا اَور عراق کی طرف روانہ کر دیا جو منکرینِ زکوٰۃ، مانعینِ زکوٰۃ تھے یا مرتدین تھے اُن کی طرف شروع ہوئے ہیں پہلے چلنا یہ، اَور اُنہیں اجازت دی حضرتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہ یہ ٹھیک ہیں چلو ایسے کر لیا کریں آپ، تو اُس میں وہ چلتے رہے۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دَور آیا تو بس فورًا، اُنہوں نے کہا جب میری رائے اُن کی موجودگی

میں یہ نہیں تھی تو اَب جب ساری ذمّہ داری میرے اُوپر ہے اَور پھر میں اپنی رائے پر عمل نہ کروں تو خدا کے یہاں جوابدہ ہوں گا اِس لیے اُنہوں نے حساب لینا شروع کیا۔ اعتراض کیا کہ فلاں چیز کیسے خرچ کی ہے آپ نے اور ایسے کی؟ اَور اِن کا جو مال تھا اُس میں سے ضبط بھی کر لیا جو اِن کے حصّے میں روپیہ آیا ہوا تھا کہ یہ زیادہ بنتا ہے اِتنا زیادہ نہیں ہونا چاہیے، دوبارہ پھر کوئی اَور لشکر بھیج دیا دوبارہ پھر کوئی اَور شکایت ہوئی اُس پر گرفت کی تو چونکہ اُن کی طرف سے گرفت ہوئی تھی اِس لیے لوگوں کے ذہن میں متضاد سے اَثرات ہو گئے پیدا ایک یہ کہ یہ نہایت عمدہ اَور بڑے جرنل ہیں وہ محبت تھی اُس کی وجہ سے قدر و منزلت تھی اَور اِس طرح کی بات اَور روک ٹوک کی وجہ سے شکوک طبیعت میں، تردد ایک طرح کا۔ تو حضرتِ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا جو ہے یہ اِس چیز کے اِزالے کے لیے لگتا ہے اِس لیے فرمایا ہوگا اُنہوں نے، فرماتے ہیں کہ میں نے خود جنابِ رسول اللہ ﷺ سے جو سُنے ہیں کلمات وہ یہ ہیں کہ **خَالِدٌ سَیْفٌ مِّنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ** یہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں اَور **نِعْمَ فَتَی الْعَشِیْرَۃِ** یہ اپنے گروپ میں یا اپنے ہم عمر لوگوں میں بہت اچھے جوان ہیں، تو اِس طرح کے کلمات اُنہوں نے جو رسول اللہ ﷺ سے سُنے ہوئے تھے وہ سُنائے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو جب دُوسری دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بلایا ہے اَور بات چیت کی ہے اَور اُنہوں نے جوابات دے دِیے تمام سوالات کے تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے تو یہ کہا تھا کہ میری طرف سے تم کسی بھی جگہ اَمیر نہیں بنائے جا سکتے ہاں یہ ہے کہ کام میں لگے رہو لڑتے رہو ساتھ، جہاد میں حصّہ لیتے رہو اُدھر جو اَمیر تھا اُسے پابند کیا کہ اِن سے مشورہ ضرور کرتے رہو لیکن خود مختار ہوں یا اَمیر بالا دست وہ نہیں ہو سکتے۔ اِس دفعہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کبھی بھی میری طرف سے تمہیں کوئی ناپسند بات پہنچے گی ہی نہیں **لَا یُصِیْبُکَ مِنِّیْ مَکْرُوْہٌ** کوئی ناپسند بات تم تک میرے سے نہیں پہنچے گی، بہت مطمئن ہوئے دُوسری دفعہ جب ایسی بات کی لیکن حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آ گیا تھا وہ علیل ہو گئے اَور وفات پا گئے۔

تو اِس طرح کے کلمات آقائے نامدار ﷺ سے اپنے صحابہ کرامؓ کے بارے میں منقول ہیں جو تعریفی کلمات ہیں اَور جن کے بارے میں تعریفی کلمات ہیں اُن کی زندگی سب کے سامنے ہے، بہت بڑے بڑے کام اُنہوں نے انجام دیے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں آخرت میں اُن کا ساتھ نصیب فرمائے، آمین۔ اِختتامی دُعاء ......

ملفوظات شیخ الاسلام

حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

﴿ مرتب : حضرت مولانا ابوالحسن صاحب بارہ بنکوی رحمہ اللہ ﴾

☆ ذاتِ مقدسہ جل وعلی شانہ' کی حضوری اور اُس کی رضا و خوشنودی غرضِ اصلی ہے اُسی کے لیے تمام سعی اور کوشش جاری رہنی چاہئیں اصلی ذکر یہ ہے۔

☆ اَمراضِ قلبیہ کے متعلق جدو جہد ہمیشہ جاری رکھیے مگر سب سے زیادہ مقدم ذکر اور مراقبہ ہے اُس میں اِنتہائی محنت اور توجہ ہونی چاہیے اگر اُس میں کامیابی ہوگئی تو آہستہ آہستہ اَخلاق بھی دُرست ہو جائیں گے۔

☆ متقدمین تہذیبِ اخلاق کی جدو جہد اوّلاً کراتے تھے پھر سلوک بالذکر والمراقبہ کراتے تھے مگر بسا اَوقات ایسا ہوا کہ سالک کی عمر تہذیبِ اخلاق ہی میں ختم ہوگئی۔ متاخرین وصول الی اللہ کے بعد اخلاقِ رزیلہ کا اِزالہ کراتے ہیں اِس میں اگر سالک کی عمر درمیان میں ختم ہوگئی تو محروم نہیں جاتا نیز وصول الی اللہ کے بعد اخلاقِ رزیلہ کا اِزالہ بہت آسان ہو جاتا ہے اِسی طریقہ کو ہمارے اَکابر پسند فرماتے ہیں۔

☆ واقعہ یہ ہے کہ نفوس زمانہ سعادت میں جس قدر اِستعداد رکھتے تھے اُس کے مطابق اور ماحول کے اثرات کے ماتحت خیر القرون میں عدد و قیود اور کیفیات درکار نہ تھیں مگر بعد میں واجباتِ ذکر اور تقرب الی اللہ کے لیے حکماء اَرواح کو اَزمنہ متاخرہ میں اعداد و قیو د ضروری معلوم ہوئیں۔

☆ اَمراضِ باطنیہ میں تفاوت کی بنا پر علاج اور اَدویہ میں تفاوت کا ہونا ضروری ہے۔ زمانہ ہائے مشہود لہا بالخیر پر اِس زمانہ کو جو کہ مشہود لہا بالشر ہے مساوی قیاس کرنا غلطی ہوگی۔

☆ آدمی کتنا بھی بزرگ ہو جائے مگر پھر بھی اِنسان ہے اِنسانی کمزوریاں علم یا سلوک سے فنا نہیں ہوتیں البتہ نفسانی خباثات میں کمی آجاتی ہے۔ (انقلاب ماہیت ہو جائے تو دو چند اَجر و ثواب کیونکر ہو؟)

☆ اگر تصور ذات بُحت ایسا غیر ممکن ہے تو پھر صفات کا اثبات اور توحید کا اعتقاد اور تصدیق سب باطل ہو جائیں گے کیونکہ حکم بغیر تصور محکوم علیہ اور محکوم بہ ناممکن ہے۔

☆ شغل برزخ کو اگرچہ حضرت شاہ اسماعیل صاحب قدس سرہ العزیز نے سدًّ اللذریعہ منع فرمایا ہے مگر حضرت شاہ عبدالغنی صاحب مجددی رحمہ اللہ سے مجھ کو یہ روایت پہنچی ہے کہ وہ اِس کو منع نہیں فرماتے تھے۔

☆ شغل برزخ دفعِ خطرات اور اَحادیثِ نفس کے منع کرنے میں بہت تاثیر رکھتا ہے مگر چونکہ غلط کاری کا اَندیشہ اِس میں بہت ہے اِس لیے اِحتیاط کی جاتی ہے جو کہ ضروری ہے۔

☆ اَمراضِ باطنیہ کا علاج مختصرًا تو کثرتِ ذکر اور تدبر فی القرآن اور کثرتِ تلاوت ہے اور تفصیلی اَحادیث متعلقہ میں غور کرنا اور اُن کی ہدایات کے مطابق ہر ایک خلق میں جد و جہد کرنی، تصوف کی کتابیں اِن اُمور میں ہدایت مکمل کرتی ہیں بالخصوص امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں جیسے کیمیائے سعادت، منہاج العابدین وغیرہ۔

☆ ذکر لسانی ہمیشہ اپنی کثرت مداوت سے ذکر قلبی جس کا مرکز زیرِ پستانِ چپ چار اُنگل ہے اور ذکر رُوحی کی طرف جس کا مرکز زیرِ پستانِ راست ہے منجر ہوتا ہے۔

☆ حضراتِ چشتیہ قدس اللہ اسرارہم تمام لطائف کو قلب ہی میں مندمج مانتے ہیں اور اسی کی طرف توجہ کرنے سے تمام لطائف کو طے کرتے ہیں۔ میرے محترم! یہ سب لطائف وسائل اور ذرائع ہیں اَنوار وغیرہ بھی مقاصدِ اصلیہ نہیں ہیں۔

☆ قبض وبسط لوازماتِ بشری ہیں۔ بسط میں شکرگزاری ضروری ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ اور قبض میں استغفار کی کثرت اور عدمِ مایوسی لازم ہے۔ حضورِ دائم بلا کیف وکم کی جد و جہد کرتے ہوئے رضا اور خوشنودی کے خواہاں رہیں جس کے لیے اتباعِ سنن سید المرسلین ﷺ اَز بس ضروری اور لازم ہے۔

☆ اِس راہ میں غفلت بھی گناہ ہے اِس سے بار بار توبہ اور استغفار ہونی چاہیے۔

☆ پڑھانے میں اگرچہ توجہ الی الغیر ہوتی ہے مگر اِس سے نسبت میں قوت پیدا ہوتی ہے اور نشر و اشاعتِ دین اور وظیفہ نبویہ (علٰی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کی ادائیگی ہوتی ہے اِس لیے اِس کے اَدا کرنے میں حسبِ استطاعت کوشش کیجیے۔

☆ ☆ ☆

سلسلہ نمبر ۳۱ قسط : ۹

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اور حکیم نیاز احمد صاحب کا مغالطہ

حضرتِ اقدس رحمہ اللہ اور حکیم نیاز احمد صاحب کے درمیان خط وکتابت [1]

حکیم نیاز احمد صاحب کا خط

۲۲/۱۲/۸۰

محترمی مولانا صاحب ! زادلطفکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اِس مسئلہ میں سب سے بڑی اُلجھن یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کم عمری کی روایات ذہن میں اِس طرح پیوست ہیں کہ اُن کی موجودگی میں اُن کے خلاف کوئی دلیل ذہن نشین ہونی مشکل ہے۔ اسی لیے میں نے سب سے پہلے اُن روایات پر بحث کی ہے۔ میرا آدھے سے زیادہ مضمون اُن اَبحاث پر مشتمل ہے۔

اَب میں تمام مباحث کو ترک کر کے مختصر ترین طریقہ اپنے دعوی کے اثبات کے لیے اِختیار کرتا ہوں مطلوبہ نتیجہ تک پہنچنا چند مقدمات پر موقوف ہے۔ میں ترتیب وار مقدمات تحریر کروں گا۔

---

[1] گزشتہ شماروں میں قارئین نے جہلم کے حکیم فیض عالم صاحب کی حضرت اقدس قدس سرہ العزیز سے طویل خط وکتابت ملاحظہ فرمائی، اَب اپریل کے شمارہ سے سرگودھا کے حکیم نیاز احمد صاحب کی حضرت اقدس رحمہ اللہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حضور اکرم ﷺ سے شادی کے وقت عمر کے متعلق طویل خط وکتابت ملاحظہ فرمائیں گے۔ حکیم صاحب نے اِس سلسلہ میں ایک ضخیم کتاب لکھی ہے حکیم صاحب کو مغالطہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نکاح و رُخصتی کے وقت جو عمر اَحادیث میں آئی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ پیش نظر صفحات میں اِسی خط وکتابت کو دیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

آج صرف پہلا مقدمہ تحریر کررہا ہوں اِس پر اپنے اَفکارِ عالیہ سے مطلع فرمائیے۔ چار پانچ خطوط میں یہ مقدمات پورے ہوجائیں گے۔ اُس کے بعد حضرت عائشہؓ کی کبرسنی کے تمام منقول دلائل مختصر تحریر کروں گا۔

پہلا مقدمہ :

(۱) روایتِ تزوج صرف حضرت عائشہؓ سے منقول ہے۔

(۲) حضرت عائشہؓ سے روایت نقل کرنے والے رُواۃ میں سے محدثین نے هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ ؒ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ ؓ کو اصل قرار دیا ہے باقی روایات کو متابع۔ کیونکہ صحاح ستہ میں سب سے پہلے اسی روایت ہشام کو لاتے ہیں پھر اُس کی تائید میں دُوسری روایت لاتے ہیں۔ اس روایت کو کسی نے ترک نہیں کیا۔

(۳) امام شافعیؒ نے کتاب الام میں اور امام بخاریؒ نے بخاری میں دارمیؒ نے سنن دارمی میں اور ابوداوٗدؒ نے اپنی سنن میں صرف روایتِ ہشامؒ عن عروہؒ ہی کو ذکر کیا ہے، کسی اور متابع کو بیان ہی نہیں کیا۔

متابعات اپنی جگہ ہیں۔ اُن پر گفتگو اپنی جگہ ہوگی۔ اِسی طرح لُعَبْ بِالْبَنَاتِ کی روایات اور وہ روایات جن میں جَارِيَةٌ حَدِيْثَةُ السِّنِّ الْحَرِيْصَةُ عَلَى اللَّهْوِ کے الفاظ آتے ہیں اُن کے مباحث اپنی جگہ ہیں۔ اِس مرحلہ میں صرف اِتنی بحث ہے کہ باب تزوج میں محدثینؒ نے ہشامؒ کی روایت کو اصل تسلیم کیا ہے۔ اگر یہ تسلیم ہے تو مطلع فرمائیں۔

مدعا کے قریب تر آنے کے لیے میرا ایک سوال ہے۔ جواب مرحمت فرما کر ممنون فرمائیے۔

حضرت اسماءؓ حضرت عائشہؓ کی بہن ہیں، حضرت زبیرؓ سے اُن کا نکاح ہوا تھا۔

(۱) رجال کی تصریح کے مطابق اِن کی عمر سو سال ہوئی ہے۔ ۷۳ھ میں اِن کی وفات ہوئی ہے۔ ہجرت کے وقت اِن کی عمر ۲۷ سال تھی تاریخ کی تمام کتابوں میں مصرح ہے کہ ایمان لانے والوں میں اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ میں شامل ہیں۔ ترتیب کے لحاظ سے اُن کا نمبر ۱۷ سے نیچے نیچے ہے۔

(۲) حضرت زبیرؓ دُوسری ہجرت حبشہ سے واپس آئے ہیں تو حضرت اسماءؓ سے اُن کا نکاح ہوا ہے۔ اُس وقت تک حضرت اسماءؓ کا نکاح نہیں ہوا تھا اور یہ باکرہ تھیں۔ یہ نکاح ہجرتِ مدینہ سے پہلے ایک سال کے اندر اندر ہوا ہے۔ اُس وقت اُن کی عمر ۲۶، ۲۷ سال تھی۔

(۳) کیا وجہ ہے کہ جو لڑکی نبوت کے پہلے سال میں بالغہ تھی اُس کا نکاح اِتنا مؤخر کیوں ہوا؟

(۴) یہ حضرت اسمائؓ ایسی تندرست تھیں کہ سو سال کی عمر ہوئی ہے اور اُن کے حواس خمسہ بالکل صحیح سالم تھے۔

(۵) تعجب ہے ایک بہن کا نکاح ۲۶ سال کی عمر میں اور دُوسری بہن کا نکاح ۶ سال کی عمر میں اور تین سال بعد ۹ سال کی عمر میں رُخصتی ہوئی اور پھر بھی یہ معلوم نہیں کہ وہ بالغہ تھیں یا نابالغہ۔

(۶) کتب رجال میں اِس میں اختلاف ہے کہ حضرت اسمائؓ کی رُخصتی مکے میں ہوگئی تھی یا مدینہ میں۔ دونوں فریقوں کے دلائل کتابوں میں مذکور ہیں۔

(۷) حضرت ہشامؒ کی روایت کی رُو سے نکاح اور بنا میں تین سال کا فرق ہے۔ نکاح مکہ میں ہوا اور رُخصتی مدینہ میں ہوئی۔ مہربانی فرما کر تحریر فرمایئے کہ نکاح ہجرت سے کتنی مدت پہلے ہوا؟

(۸) اگر نکاح ہجرت سے سال بھر پہلے ہوا یا سال سے زیادہ مدت پہلے ہوا اِس صورت میں لازم آتا ہے کہ جب حضرت عائشہ ؓ کا نکاح ہوا اُس وقت تک حضرت اسماء کا نکاح نہیں ہوا تھا۔ تو کیا وجہ ہے کہ آں حضرت ﷺ نے ایک باکرہ بالغہ مؤمنہ بنت ابی بکرؓ سے نکاح کیوں نہیں کیا؟

(۹) اور اگر حضرت عائشہ ؓ کا نکاح حضرت اسمائؓ کے نکاح کے بعد ہوا تو تین سال کے فرق کی تطبیق کیا ہوگی؟

اِس خط و کتابت کا مقصد ہرگز مجادلہ اور مکابرہ نہیں، افہام و تفہیم ہے۔ اگر آپ کی مدلل تحریر سے میری غلطی واضح ہوگئی تو فوراً اشرح صدر سے تسلیم کرلوں گا اور آپ کی محنت رائگاں نہیں جائے گی۔

آپ کے سوالات کے جوابات اِس وقت میں نہیں دُوں گا۔ آئندہ صرف مقدمات پر ہی خط و کتابت ہوگی تاکہ جلدی نتیجہ تک پہنچیں۔

یہ درخواست بھی کروں گا کہ مصروفیات میں سے وقت نکال کر جلدی جواب عنایت فرمایئے گا۔ اگر کوئی نامناسب کلمہ تحریر میں آگیا ہو تو معاف فرمایئے گا۔ والسلام

دُعاگو

نیاز احمد

(جاری ہے)

اصلاحِ خواتین

حقوق کا بیان

﴿ اَزافادات : حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

ماں باپ کے حقوق :

ماں باپ کے واسطے سے پرورش ہوتی ہے اِن کے حقوق ہوتے ہیں :

☆ اُن کو تکلیف نہ پہنچائے اگرچہ اُن کی طرف سے زیادتی ہو۔

☆ قولاً وفعلاً یعنی زبان سے برتاؤ سے اُن کی تعظیم کرے۔

☆ جائز کاموں میں اُن کی اِطاعت کرے۔

☆ اگر اُن کو مال کی حاجت ہو مال سے اُن کی خدمت کرے اگرچہ وہ دونوں کافر ہوں۔

☆ ماں باپ کے اِنتقال کے بعد اُن کے لیے دُعاء مغفرت ورحمت کرتا رہے۔

☆ نفل عبادت اور صدقہ خیرات کا ثواب اُن کو پہنچاتا رہے۔

☆ اُن کے ملنے والوں کے ساتھ احسان اور خدمت سے اچھی طرح پیش آئے۔

☆ اُن کے ذمّہ جو قرض ہو یا کسی جائز کام کی وصیت کر گئے ہوں اور اللہ تعالیٰ نے قدرت دی ہو اُس کو اَدا کردے۔

☆ اُن کے مرنے کے بعد خلافِ شرع رونے اور چلانے سے بچے ورنہ اُن کی رُوح کو تکلیف ہوگی

☆ کبھی کبھی اُن کی قبر کی زیارت کیا کرے۔

تنبیہ :

دادا، دادی، نانا، نانی کا حکم شرع میں مثل باپ کے ہے اُن کے حقوق بھی ماں باپ کی طرح سمجھنا چاہیے۔ اِسی طرح خالہ اور ماموں ماں کی طرح اور چچا اور پھوپھی باپ کی طرح ہیں جیسا کہ حدیث کے اِشارہ سے معلوم ہوتا ہے۔ (حقوق الاسلام، بہشتی زیور)

سوتیلی ماں کے حقوق :

سوتیلی ماں چونکہ باپ کی دوست ہے اور باپ کے دوست کے ساتھ اِحسان کرنے کا حکم آیا ہے۔ اِس لیے سوتیلی ماں کی کے بھی کچھ حقوق ہیں جیسا کہ اَبھی مذکور ہوا۔

بہن بھائی کے حقوق :

حدیث میں ہے کہ بڑا بھائی مثل باپ کے ہے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ چھوٹا بھائی مثل اولاد کے ہے پس اِن کی آپس میں ویسے ہی حقوق ہوں گے جیسے ماں باپ اور اَولاد کے ہیں۔ اِسی طرح بڑی بہن اور چھوٹی بہن کو سمجھ لینا چاہیے (حقوق الاسلام، بہشتی زیور)

عورت کے ذمّہ شوہر کے حقوق :

عورت کے ذمہ شوہر کے حقوق یہ ہیں :

☆ ہر اَمر میں اُس کی اطاعت کرنا بشرطیکہ معصیت نہ ہو۔

☆ اُس کے مقدور (حیثیت) سے زیادہ نان ونفقہ طلب نہ کرنا۔

☆ شوہر کی اِجازت کے بغیر کسی کو گھر میں نہ آنے دینا۔

☆ اُس کی اِجازت کے بغیر گھر سے نہ نکلنا۔

☆ اُس کی اِجازت کے بغیر اُس کے مال سے کسی کو کوئی چیز نہ دینا۔

☆ اُس کی اِجازت کے بغیر نفل نماز نہ پڑھنا اور نفل روزہ نہ رکھنا۔

☆ اگر صحبت کے لیے بلائے تو شرعی مانع (حالتِ حیض ونفاس) کے بغیر اُس سے اِنکار نہ کرنا۔

☆ اپنے خاوند (شوہر) کو اُس کے اَفلاس (غربت) یا بدصورتی کی وجہ سے حقیر نہ سمجھنا۔

☆ اگر کوئی اَمر خلافِ شرع خاوند میں دیکھے تو اَدب سے منع کرنا۔

☆ اُس کا نام لے کر نہ پکارنا۔

☆ اُس کے رُوبرو (آمنے سامنے) زبان درازی نہ کرنا۔

☆ اُس کے اَقارب رشتہ داروں سے تکرار (لڑائی جھگڑا اور بحث مباحثہ نہ کرنا۔ (باقی صفحہ ۲۱)

قسط : ۵

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مناقب

﴿ حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ﴾

فضائل ومناقب :

آنحضرت ﷺ حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی دلداری کا بہت زیادہ خیال فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا :

فَاطِمَةُ بِضْعَةٌ مِّنِّیْ فَمَنْ اَغْضَبَهَا اَغْضَبَنِیْ وَفِیْ رِوَایَةٍ یُرِیْبُنِیْ مَااَرَابَهَا وَیُؤْذِیْنِیْ مَااٰذَاهَا. (مشکٰوۃ شریف ص ۵۶۸)

''فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جس نے اِسے ناراض کیا اُس نے مجھے ناراض کیا۔ دُوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اُس کے رنج سے مجھے رنج ہوتا ہے اور اُس کی ایذاء سے مجھے ایذاء ہوتی ہے''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کی عادت اور سیرت وصورت اور گفتگو سے اِس قدر مشابہت کسی کی عادت اور سیرت وصورت اور گفتگو کی نہیں دیکھی جتنی حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تھی۔ جب وہ آپ ﷺ کے پاس آتی تھیں تو آپ ﷺ کھڑے ہوجاتے تھے اور اُن کا ہاتھ چومتے تھے اور اپنے پاس بٹھاتے تھے اور جب آپ ﷺ اُن کے پاس جاتے تھے تو وہ بھی کھڑی ہوجاتی تھیں اور آپ ﷺ کا ہاتھ چومتی تھیں اور آپ ﷺ کو احترام سے بٹھاتی تھیں۔ (مشکٰوۃ)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ جب سفر میں تشریف لے جاتے تو سب سے آخر میں حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مل کر روانہ ہوتے تھے اور جب واپس تشریف لاتے تھے تو سب سے پہلے حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے جاتے تھے۔ (مشکٰوۃ شریف)

ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ (جس پر تم کو غصہ

آئے) اللہ کو (بھی اُس پر) تمہارے غصّہ کی وجہ سے غصّہ آتا ہے اور (تم جس سے راضی ہو) اللہ تعالیٰ (اُس سے) تمہاری رضا کی وجہ سے راضی ہوتے ہیں ۔ (اُسد الغابہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سُنا کہ قیامت کے روز پردے کے پیچھے سے ایک مُنادی اعلان کرے گا کہ اے لوگو! اپنی آنکھوں کو بند کرلو، فاطمہ بنتِ سیّدنا محمد ﷺ گزر رہی ہیں ۔ (اُسد الغابہ) ایک مرتبہ سیّدِ عالَم ﷺ نے حضرت حسن، حسین اور اُن کے والدین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کے بارے میں فرمایا کہ جن سے اِن کی لڑائی ہے میری بھی لڑائی ہے اور جن سے اِن کی صلح ہے میری بھی صلح ہے ۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ آپ ﷺ نے اُس وقت فرمایا کہ بیشک یہ فرشتہ ہے جو زمین پر آج کی اِس رات سے پہلے کبھی نہیں نازل ہوا ۔ اپنے رب سے اجازت لے کر مجھے سلام کرنے اور یہ بشارت دینے کے لیے آیا ہے کہ یقیناً فاطمہؓ جنت کی عورتوں کی سردار ہے اور یقیناً حسنؓ حسینؓ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں ۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ہم سب بیویاں آپ ﷺ کے پاس تھیں کہ اِس اثناء میں سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آ گئیں ۔ اُن کی رفتار بس ہو بہو آنحضرت ﷺ کی رفتار تھی ۔ جب اُن پر آنحضرت ﷺ کی نظر پڑی تو آپ ﷺ نے فرمایا ۔ آؤ بیٹی مرحبا! پھر اُن کو آپ ﷺ نے بٹھالیا ۔ اِس کے بعد چپکے سے اُن کے کان میں کچھ فرمایا جس کی وجہ سے وہ بہت زیادہ روئیں ۔ جب آپ ﷺ نے اُن کو بہت رنجیدہ دیکھا تو دوبارہ آہستہ سے (اُن کے کان میں) کچھ فرمایا وہ اچانک ہنسنے لگیں ۔ جب آنحضرت ﷺ تشریف لے گئے تو میں نے دریافت کیا کہ بتاؤ آنحضرت ﷺ نے تم سے آہستہ سے کیا فرمایا تھا؟ حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ کے راز کو میں کیوں کھولوں؟ (سب سے فرمانے کی بات ہوتی تو آپ ﷺ آہستہ سے کیوں فرماتے ؟)

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو میں نے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ میرا جو تم پر حق ہے اُس کے زور میں پوچھتی ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے کیا فرمایا تھا؟ حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ ہاں اَب بتاسکتی ہوں ۔ پہلی مرتبہ جو آپ نے آہستہ سے فرمایا تو خبر دی تھی

کہ جبریلؑ ہر سال مجھ سے ایک مرتبہ قرآن مجید کا دَور کرتے تھے اور اِس مرتبہ اُنہوں نے دو مرتبہ دَور کیا ہے اور میں (اِس لیے) سمجھتا ہوں کہ دُنیا سے میرے کوچ کا وقت آ گیا ہے۔ لٰہذا تم اللہ سے ڈرنا اور صبر کرنا کیوں کہ میں تمہارے لیے پہلے سے جانے والوں میں بہت بہتر ہوں یہ سن کر میں رونے لگی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا رنج دیکھا تو دوبارہ آہستہ سے کچھ فرمایا اور اُس وقت یہ فرمایا تھا کہ کیا تم اِس پر راضی نہیں ہو کہ جنت کی عورتوں کی سردار ہوگی یا یہ فرمایا کہ مؤمن عورتوں میں سب کی سردار ہو۔ دُوسری روایت میں ہے کہ پہلی مرتبہ آپ ﷺ نے آہستہ سے فرمایا کہ میں اِسی مرض میں وفات پا جاؤں گا لٰہذا میں رونے لگی۔ پھر دوبارہ آہستہ سے فرمایا کہ آپ کے گھر والوں میں سب سے پہلے میں ہی آپ سے جا کر ملوں گی یہ سن کر مجھے ہنسی آ گئی (مشکٰوۃ شریف ص ۵٦۸)۔ (جاری ہے)

بقیہ : حقوق کا بیان

☆ اُس کی اِطاعت اور اَدب و خدمت و دِلجوئی و رضا جوئی پورے طور سے بجا لائے۔ البتہ ناجائز اَمر میں عذر کر دے۔

☆ اُس کی گنجائش سے زیادہ اُس پر فرمائش نہ کرے۔

☆ اُس کا مال اُس کی اِجازت بغیر خرچ نہ کرے۔

☆ اُس کے رشتہ داروں کے ساتھ سختی نہ کرے جس سے شوہر کو رنج پہنچے، بالخصوص شوہر کے ماں باپ کو اپنا مخدوم (اور بڑا) سمجھ کر اَدب اور تعظیم سے پیش آئے۔ (حقوق الاسلام)

جانبین کے حقوق بہت ہیں۔ اِس وقت ذہن میں جو مستحضر تھے، لکھ دیے۔

(جاری ہے)

اِفتتاحی بیان

﴿ شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب دامت برکاتہم ﴾

جامعہ مدنیہ جدید میں ۲۲ رشوال المکرّم کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب نے نئے تعلیمی سال کے آغاز پر طلباء سے افتتاحی بیان فرمایا جس کی افادیت کے پیش نظر اِسے شائع کیا جارہا ہے، قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں۔ (ادارہ)

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلٰوة والسلام علٰی خیر خلقه سیدنا و مولانا محمد و آله و اصحابه اجمعین امابعد !

باری تعالیٰ کا اِرشاد ہے وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِىَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ . صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ ہمیں اَور آپ کو اِس بات پر اللہ تعالیٰ کے دربار میں شکر گزار ہونا چاہیے کہ اُس نے ہمارے لیے اپنے پسندیدہ دین کو سیکھنے کا موقع فراہم کیا ہے۔ جس راستے میں آپ حضرات نکلے ہوئے ہیں یہ وہ راستہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے دیگر سب راستوں پر منتخب کرلیا اور اِسے ترجیح دے دی اَور اِس پر چلنے والے کے لیے جنت کی بشارت دے دی۔ لیکن اگر کوئی اِس دین کو سیکھتا ہے اور پڑھتا ہے تفصیل کے ساتھ اَور اُس میں اُس کی خلوصِ نیت بھی شامل ہو جائے تو پھر دُنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ اُس کو سرداری عطاء کر دیتے ہیں جیسے دُنیا میں درجے ہیں ایک عام طبقہ ہے اُس سے اُونچا ہے اُس سے اُونچا ہے اُس سے اُونچا ہے ایک بہت اُونچا۔ سوسائٹیاں ہیں مختلف قسم کی، سوسائٹیوں کے درجے ہیں اِسی طرح اللہ تعالیٰ نے دینی اعتبار سے بھی سوسائٹیاں بنا رکھی ہیں اُس کے بھی درجے ہیں، جو آدمی قرآن اور حدیث کو اُس کے تفصیلی دلائل کے ساتھ سیکھتا اور سمجھتا ہے تو یہ پھر بہت اعلیٰ درجے کی جو پسندیدہ اللہ کی نظر میں سوسائٹی ہے اُس میں شامل ہو جاتا ہے یہ عوام کے طبقے سے بہت بلند ہوتی ہے یہ خواص میں آجاتا ہے بہت اعلیٰ اور خاص قسم کی سوسائٹی ہوتی ہے، دُنیاوی نقطۂ نظر سے چاہے اِسے کوئی پسماندہ ہی کیوں نہ کہتا ہو کتنا ہی معمولی اور حقیر کیوں نہ سمجھتا ہو لیکن اللہ تعالیٰ کی نظر میں یہ لوگ بہت پسندیدہ ہیں۔

قرآنِ پاک میں آتا ہے یہ شروع سے دستور رہا ہے نئی بات نہیں ہے وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ

وَاِذَا انْقَلَبُوْا اِلٰی اَھْلِھِمُ انْقَلَبُوْا فَکِھِیْنَ . وَاِذَا رَاَوْھُمْ قَالُوْا اِنَّ ھٰؤُلَآءِ لَضَالُّوْنَ [۱] دُنیاوی اعتبار سے جو بڑی سوسائٹیاں ہیں مذہبی اور دینی اعتبار سے جو بڑی سوسائٹیاں ہیں اُن کا باہم کس طرح کا رویہ ہوتا ہے قرآن نے اُس کا نقشہ کھینچا ہے کہ جب وہ اِن لوگوں کے پاس سے گزرتے ہیں تو اِشارے کرتے ہیں ایک دُوسرے کو آنکھ مار کر کے کہ دیکھو یہ وہ جا رہا ہے دیکھو یہ بدھو جا رہا ہے دیکھو یہ بے کار لوگ جا رہے ہیں دیکھو یہ گدھے جا رہے ہیں یہ احمق جا رہے ہیں، یہ آج سے نہیں شروع سے ہے۔شروع سے جو دُنیا دار لوگ ہیں جو شری لوگ ہیں جو دین کے دُشمن ہیں دانستہ دُشمن ہوں نادانستہ دُشمن ہوں جو بھی ہوں وہ یہ سلوک کرتے ہیں ان کے ساتھ، اگر پھٹے پُرانے کپڑے ہوں تو بھی اِشارہ کرتے ہیں چین نہیں آتا اُنہیں (کہیں گے) دیکھو یہ حشر ہو رہا ہے دین پڑھ کر کے اِن کا، کپڑے پہننے کو میسر نہیں ہیں اَور اگر اچھے کپڑے ہوں تو بھی اُنہیں چین نہیں آتا کہتے ہیں دیکھو مفت کا مال آرہا ہے مزے اُڑا رہے ہیں تو بھی اِشارہ کرتے ہیں اَور گاڑی میں بیٹھا دیکھ لیں اگر عالم اور مولوی کو تو پھر تو اُن کے سینے کے جلنے کا حال ہی کچھ اور ہو جاتا ہے کہ دیکھو یہ مولوی اَور یہ گاڑی میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اِسی طرح جہاز میں ہو تو اَور اُن کا حشر ہوتا ہے۔غرض وہ اِس فطرت سے باز نہیں آتے یہ اُن کا مزاج ہوتا ہے فطرت ہوتی ہے اُنہیں اِس میں ایک مزہ آتا ہے۔اللہ کی طرف سے ایسا اُن کے دل پر پردہ پڑ جاتا ہے کہ وہ اِس کو ہی اچھا کام سمجھتے ہیں۔

(اور نیک لوگ) جس کام میں لگے ہیں اُسے بُرا سمجھتے ہیں۔قرآنِ پاک میں آتا ہے قُلْ ھَلْ اُنَبِّئُکُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا آپ اِنہیں کہیں کیا میں تم کو بتلادُوں اُن لوگوں کا جو اَعمال کے اعتبار سے سب سے گھاٹے میں ہیں بالکل خسارے میں ہیں؟ اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُھُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَھُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا وہ لوگ ہیں جن کی ساری توانائیاں ساری صلاحیتیں دُنیاوی زندگی میں اُنہوں نے کھپادیں اِس میں برباد کیں لیکن سمجھتے یہ ہیں کہ ہم بہت اچھا کر رہے ہیں اَور ہم ہی کامیاب لوگ ہیں ہم کامیاب ہیں، ہم بہت اچھی زندگی گزار رہے ہیں وَھُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا بس یہ اُن کا گمان ہے حقیقت نہیں ہے قرآنِ پاک خود آگے فرماتا ہے اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّھِمْ وَلِقَآئِہٖ

---

[۱] ترجمہ : اور جب اُن کے پاس سے ہو کر گزرتے تو آپس میں آنکھ مارتے اور جب واپس جاتے اپنے گھر تو جاتے باتیں بناتے۔اور جب اُن کو دیکھتے کہتے بے شک یہ لوگ بہک رہے ہیں۔

یہ وہی لوگ ہیں کہ اللہ کی نشانیوں کا اِنکار کرتے ہیں اُس سے ملاقات کا اِنکار کرتے ہیں آخرت پر ایمان نہیں ہے کہ ایک دن اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے اَور اُس کے دربار میں حاضری بھی ہونی ہے یہ نہیں اُن کے پیش ِنظر فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ جو اِن کے اچھے عمل بھی ہوں گے میں اُن کو بھی بُرائیوں میں بدل دُوں گا ختم کر دُوں گا حبطِ عمل کر دُوں گا۔

نیک کام کیا ہوتے ہیں؟ مثلاً اُنہیں میں سے کسی نے ہسپتال بھی بنوا رکھا ہے غریبوں کے لیے کوئی اَور چیز بھی لیکن ساتھ یہ کفر یہ کام بھی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں اُس کی نیکیوں کا کوئی وزن نہیں حبطِ عمل ہو جائے گا۔ قیامت کے دن وزنِ اَعمال تو ہوگا یہ تو ہمارا ایمان ہے کہ وزن ہوگا اعمال کی پرکھ ہوگی، اللہ تعالیٰ کہتے ہیں فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا اِن کا تو اِتنا بُرا حال ہوگا کہ ترازو لگانے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی تولا ہی نہیں جائے گا یہ تو ہیں ہی خراب، تولا تو وہاں جائے گا جہاں دونوں قسم کی چیزیں ہوں اچھی بھی ہوں بُری بھی ہوں تو وزن کرو کونسی کم ہے کونسی نہیں۔ اَور اگر کسی کی نیکیاں ہی نیکیاں ہوں جیسے نبی ہوتے ہیں تو کیا اُن کے اعمال کا وزن ہوگا؟ نہیں ہوگا، نبیوں کے اَعمال کا وزن نہیں ہوگا اِسی طرح جو اللہ کے ایسے بندے ہوں گے نبیوں کے علاوہ جن کی نیکیاں اِتنی ہوں گی یا اللہ ہی نے اُن کی بُرائیاں بھی نیکیوں سے بدل دی ہوں گی جو ایسے بندے ہوں گے اُن کے اعمال کا بھی وزن نہیں ہوگا۔

اِسی طرح فرعون، شداد، نمرود اَور ہامان اَور اِسی کے قبیلے کے لوگوں کا بھی نہیں ہوگا جیسے دجال کا ابوجہل کا فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ہم ترازو ہی نہیں لگائیں گے ضرورت ہی نہیں کہ وزن کیا جائے۔ اللہ کی نظر میں اتنی گھٹیا سوسائٹی کا اِنسان ہوگا دُنیا میں بہت اعلیٰ سوسائٹی کا سمجھتا تھا سمجھتا رہا اَور اِن کو حقیر سمجھتا تھا لیکن اللہ کے یہاں یہ لوگ جو ہیں بہت وزن رکھتے ہیں بہت اعلیٰ سوسائٹی کے لوگ ہیں اِس لیے آپ جس راستے میں نکلے ہیں پوری توجہ اور اِنہماک کے ساتھ اِس سے وابستہ رہیں اَور کامل اِخلاص کے ساتھ لگے رہیں تو جو رَاہیں بند ہیں مستقبل کی آپ کو سمجھ میں نہیں آرہیں، اپنا مستقبل آپ کو کسی وقت تاریک نظر آتا ہوگا سوچتے ہوں گے کہ کیا کروں گا کیا نہیں؟ اللہ تعالیٰ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ایسے کھولے گا جہاں سے آپ کو گمان بھی نہیں ہوگا ایسی راہیں کھلیں گی آپ کے لیے، ایسی دستگیری ہوگی آپ کی اللہ کی طرف سے، مدد اور نصرت ہوگی انشاء اللہ۔

اَور اگر ایمان پر خاتمہ نصیب ہوگیا تو پھر تو کیا ہی بات ہے وہ لمحہ تو ایسا اچھا ہوگا کہ اُس سے زیادہ

لذت کا لمحہ کوئی آئے گا ہی نہیں اگر اللہ نے خاتمہ ایمان پر کر دیا اور قبول فرمالیا۔ تو یہ لمحہ بڑا فرحت بخش ہوگا مومن کے لیے، اِس لیے اِس راستے میں یہ آپ کو آسانیاں ہوں گی یا سہولتیں ملیں گی یا کوئی دُنیاوی مفادات ملیں گے یہ نہیں ہوسکتا یہ ذہن سے نکال دیں آج، اِس راستے میں کانٹے ہیں خار ہیں، اِس راستے میں نفس کے ساتھ ایک مسلسل جنگ ہے مرتے دم تک چلتی رہے گی وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ نبی یہ کہہ رہے ہیں یوسف علیہ السلام ہماری تو کوئی حیثیت ہی نہیں جب وہ زُلیخا کا فتنہ ہوا اُس سے وہ بچ کر نکل گئے اور اللہ نے بچالیا تو وہ یہی کہہ رہے تھے۔

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِس سے میرے نفس نے مجھے نہیں نکالا اِس مشکل سے اِس آزمائش سے اِس خرابی سے مجھے میرے نفس نے نہیں بچایا اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ نفس تو بہت زیادہ حکم دیتا ہے اِنسان کو بُرائیوں کا یہ تو کھینچتا ہے ہر وقت یہ کرلے کرلے کرلے، کرلے پھر توبہ کرلیجیے، پھر آخر میں یہ بھی سکھاتا ہے کرتے ہی توبہ کرلینا لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ حکم بھی دیتا ہے اَور ترکیبیں بھی بتاتا ہے دونوں کام کرتا ہے نفس، ساتھ شیطان بھی ہوتا ہے اِلَّا مَارَحِمَ رَبِّیْ مگر جس پر میرا رب رحم کردے وہ بچ نکلتا ہے اُسے اللہ بچالیتا ہے تو مشکلات اور تکلیفیں اِس میں آئیں گی یا جو راہیں بند نظر آرہی ہیں یا مستقبل تاریک نظر آرہا ہے، یہ ایک آزمائش ہے آپ پر۔ آپ دیکھیں گے وقت کے ساتھ ساتھ روشنی ہوتی چلی جائے گی تاریکیاں دُور ہوں گی راہیں کھلیں گی مستقبل میں آپ کی، اللہ آپ سے کام لے گا لیکن بشرطیکہ اِخلاص ہو، اگر آپ اخلاص کے ساتھ پوری جفاکش پوری محنت کے ساتھ لگے رہے تو اللہ تعالیٰ آپ کو ضائع نہیں کرے گا، اِنشاء اللہ۔

غیبی تائید و نصرت ہوگی سکون و اطمینان ہوگا بس لگے رہیں اپنے کو حقیر نہ سمجھیں، مطلب یہ ہے کہ دُنیا داروں کی وجہ سے یہ کہ ہمارے پاس دُنیا نہیں ہے اِس لیے ہم حقیر ہیں یہ نہ سمجھیں، ویسے تو حقیر ہی سمجھنا چاہیے، ہیں ہی ہم حقیر، ہر آدمی کو اپنے آپ کو حقیر سمجھنا چاہیے۔

حضرت مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی معرفت اور خوشنودی اَور اِس چیز کا جو حصہ ہے معمولی سا بھی وہ اُس وقت تک نصیب نہیں ہوگا جب تک اپنے کو فرنگی سے بھی ذلیل اور حقیر نہ سمجھے، تو حقیر تو سمجھنا ہے کہ میں حقیر ہوں جیسے یوسف علیہ السلام بھی سمجھ رہے ہیں کہ میں حقیر ہوں کچھ نہیں تھا میرے پاس وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ اِلَّا مَارَحِمَ رَبِّیْ مجھے تو رب نے بچایا ہے میں نے نہیں

بچایا اپنے کو، اپنے کو حقیر جاننا ہے تو اضع اور انکساری ہونی ہے عمل میں بھی اپنے اَساتذہ کے ساتھ بھی اپنے بڑوں کے ساتھ بھی جو بڑا ہو چاہے وہ اُستاد نہ بھی وہ بڑا ہے عاجزی اِنکساری اَدب کا معاملہ ہو اُن کے ساتھ۔

ساتھیوں میں کوئی عمر کا بڑا ہے، ساتھیوں میں بھی عمر کا بڑا فرق ہوتا ہے بڑی کلاسوں کے طالب علم تیس تیس سال کے ہوتے ہیں چالیس چالیس سال کے ہوتے ہیں، چھوٹی کلاسوں کے طالب علم اٹھارہ اٹھارہ سال کے ہوتے ہیں عمر کا بڑا فرق ہوتا ہے اِن میں۔ اِن کو چاہیے کہ بڑی عمر والوں کا اَدب کریں اِسی عمر میں اِسی طالب علمی کی زندگی میں جو مشق کر لیں گے وہی ہمیشہ کی عادت بن جائے گی پختہ ہو جائے گی، یہ تربیتی دَور ہے آپ کا اِس میں جیسے ڈھالنا چاہیں گے انشاء اللہ ڈھلیں گے آسانی سے، بعد میں جو عادت خراب یا اچھی جو بن گئی وہ پختہ ہو جائے گی پھر اُس کو بدلنا مشکل ہے۔

جب ہم پڑھتے تھے تو ہمارے ساتھ پہلا سال دُوسرا تیسرا جو تھا صرف ونحو کا اُس میں دو ساتھی ہمارے تھے وہ بوڑھے تھے پینسٹھ سال سے زیادہ عمر تھی اُن کی، ہماری عمریں تھیں سولہ سترہ اَٹھارہ سال کی، وہ تھے پینسٹھ میں، اُن کے بچے ہم سے بڑے تھے دادا اور نانا بنے ہوئے تھے وہ لوگ، وہ ہمارے ساتھ پڑھتے تھے اُن میں ایک ہوائی فوج کے ریٹائرڈ اَفسر تھے فضائیہ کے اسکوارڈن لیڈر صوفی نام تھا اُن کا وہ ہمارے ہم جماعت تھے، ایک ڈویژنل انجینئر تھے ٹیلیفون کے محکمہ کے ریٹائرڈ تھے بعد میں پورا پڑھا اُنہوں نے، پھر حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق تھا اُن کا اُن سے خلافت بھی اُن کو ملی بعد میں، سب کچھ بعد میں بوڑھا ہو کر حاصل کیا، اَب عمر کا اِتنا فرق تھا اُن کا اور ہمارا۔ پھر تو وہ میرے اُستاد بھی بن گئے تھے انگریزی میں اُن سے پڑھتا تھا مجھے انگریزی پڑھاتے تھے دونوں کبھی وہ کبھی وہ تو اِس حیثیت سے وہ اُستاد بھی تھے ہمارے لیکن بہرحال ہم جماعت ہونے کی وجہ سے ہم اور وہ بے تکلف بھی تھے سب کچھ تھا لیکن ایک اَدب کا معاملہ بھی تھا، یہ رکھنا ضروری ہے۔

تو یہ تربیت کا دَور ہے آپ کا اِس میں آپ اگر ذہن میں یہ سمجھ لیں گے کہ میری تربیت کا دَور ہے تو آپ کو کسی کی روک ٹوک بُری نہیں لگے گی، غصہ نہیں کرنا۔ ورنہ یہ روک ٹوک کرے گا آپ کہیں گے تو کون ہوتا ہے مجھے کہنے والا چل جا اپنا کام کر، دُوسرے کے روک ٹوک بُری لگتی ہے۔ اَور یہ ذہن بنالیں کہ میری تو اَبھی عمر ہی سیکھنے کی ہے میں تو سیکھنے ہی کے لیے آیا ہوں تو اپنے ساتھیوں کی روک ٹوک بھی بُری نہیں لگے گی وہ بھی نفس قبول کرے گا طبیعت قبول کرے گی، نفس کو دبائیں اور یہ ذہن بنالیں تو اپنی اصلاح آسان ہو جائے گی، اِس لیے یہ نہ

سوچیں کہ اُستاد ہی جو بات بتائے گا بس وہ کروں گا، نہیں! اَلْحِکْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ فَحَیْثُ وَجَدَھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا اَوْ کَمَا قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ کہ اچھی بات کہیں سے بھی ملے لے لو یہ ایسے ہے جیسے مومن کی گُمی ہوئی چیز تھی جو اُسے مل گئی جہاں سے ملے مومن ہی اِس کا زیادہ حقدار ہے تو آپ تو مومنین کے طبقے میں ہیں دینی طالب علم بھی ہیں تو آپ زیادہ حقدار ہیں اچھی بات جس سے بھی مل جائے لے لیں۔ آپ کے کم عمر ساتھی کوئی اچھی بات کہہ رہا ہے یا اُس کی اچھی عادت دیکھ رہے ہیں وہ لے لیں، پہننے میں اُٹھنے میں بیٹھنے میں کھانے میں پینے میں کسی معاملات میں جس کی جو اچھی عادت ہو وہ اختیار کرتے چلے جائیں اُسے اپناتے چلے جائیں، صفائی میں نظافت میں نفاست میں اِن عادتوں کو اپنائیں اِسی عمر میں جو بن گئی عادت وہ بن جائے گی، پھر نہیں

تو بس یہ دَور آپ کا تربیت کا ہے پڑھنے کا ہے اِس میں پوری طرح لگے رہیں محنت کرتے رہیں خاص طور پر جو طلباء رابعہ اور خامسہ میں آچکے ہیں وہ تو تزکیۂ نفس کی طرف بھی متوجہ ہوں اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو اِس لیے بھیجا ہے کہ یُعَلِّمُھُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ وَیُزَکِّیْھِمْ تاکہ اُن کو کتاب اور حکمت سکھائیں وہ سیکھ رہے ہیں آپ نبیوں کی تعلیم کتابوں میں اَور وَیُزَکِّیْھِمْ اُن کا تزکیۂ نفس بھی کریں باطنی تزکیہ بھی کریں، جیسے ہمیں ظاہری بیماریاں ہوتی ہیں کھانسی ہے نزلہ ہے بخار ہے یرقان ہے دسیوں بیماریاں ہیں ایسے باطنی بیماریاں اُس سے زیادہ خطرناک ہیں اُس کی طرف بھی توجہ دیں باطنی بیماریاں ہمارے اَندر پنپتی رہتی ہیں پلتی رہتی ہیں جڑ پکڑ لیتی ہیں اَور ہم ''فاضل'' بھی ہوجاتے ہیں فاضل ہونے کے بعد پھر مدرس بھی ہوجاتے ہیں مدرس ہونے کے بعد اعلیٰ مدرس بھی بن جاتے ہیں لیکن اپنے تزکیہ کی طرف توجہ ساری زندگی نہیں ہوتی، ہوتی بھی ہے تو زیادہ سے زیادہ یہ ہوگئے کہ بس کسی سے بیعت کا تعلق قائم کرلیا بس بیعت ہوگئے کافی ہے، صرف بیعت ہونے سے کچھ نہیں ہوتا، پوری طرح سوچ سمجھ کر تعلق کو قائم کریں جو بھی متبع سُنت نیک ہو بس اتباعِ سنت معیار بنائیں کشف وکرامات پر نہ جائیں ہمارے یہاں یہ بہت ہے کہ کشف وکرامات کی طرف چلتے ہیں، بھائی کشف وکرامات تو فاسق وفاجر کو بھی ہوتا ہے اُس سے بھی صادر ہوجاتے ہیں اُسے کہا جاتا ہے اِستدراج لیکن عام آدمی اُسے کشف وکرامت سمجھتے ہیں یہ باریک فرق ہر ایک نہیں کرسکتا وہ کشف نہیں ہوتا وہ اِستدراج ہوتا ہے وہ اللہ کی طرف سے ڈھیل ہوتی ہے اللہ پناہ میں رکھے، ہمیں بھی بچائے سب کو بچائے اس سے۔

اَصل چیز ''اتباعِ سُنّت'' ہے، متبع سُنّت ہو دین پر چلتا ہو گناہوں سے بچتا ہو گناہ ہوجاتے ہوں تو

اُس سے رجوع کر لیتا ہو کبھی کوئی اُسے کلمۂ حق کہتا ہو یا روک ٹوک کرتا ہو صحیح بات کہتا ہو تو وہ اُسے تسلیم کرتا ہو، یہ چیز ہو تو ایسے آدمی سے بیعت کا تعلق قائم کر لیں اَور اگر کلمۂ حق سننا گوارا نہ ہو کوئی روک ٹوک کرے تو اُسے بُرا لگے یہ اچھی نشانی نہیں ہے چاہے کتنا بڑا ہو لیکن اچھی نشانی نہیں ہے خطرناک نشانی ہے۔ اگر غلطی ہو جائے تو اِستغفار کی طرف نہیں آتا بلکہ کرتا ہی رہتا ہے یہ بھی اچھی نشانی نہیں ہے۔ علماء میں بھی ایسی چیزیں موجود ہیں جس میں یہ چیزیں نہ ہوں اتباعِ سُنّت ہو، یہ نہیں ہوسکتا کہ گناہ ہی نہ ہو ایسا کوئی مردِ کامل مِل جائے، نہیں ملے گا جنیدِ بغدادی بھی ایسے نہیں ملیں گے۔ حضرت جنیدِ بغدادی رحمۃ اللہ بھی ہوں تو یہ نہیں ہوگا کہ وہ گناہ نہ کرتا ہو گناہ ہو جاتا ہے گناہ ہو لیکن اُس کو گناہ ہوتے ہی ایسی ملامت پکڑ لے دل کو کہ سچی توبہ جب تک نہ کر لے اُسے چین نہیں پڑتا، یہ ہے اتباعِ سُنّت۔

حدیث میں آتا ہے کُلُّکُمْ خَطَّاؤُنَ وَخَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ التَّوَّابُوْنَ اِس لیے میں نے حضرت جنیدِ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی نام لینے کی جرأت کی ورنہ ہم کہاں لے سکتے ہیں نام اُن کا وہ تو بہت بڑے لوگ ہیں۔ حدیث میں چونکہ آرہا ہے کہ تم میں سے ہر ایک خطا کار ہے ہر ایک گناہ گار ہے کُلُّکُمْ خَطَّاؤُنَ کوئی اِستثنٰی نہیں حتی کہ صحابہ کی جماعت جس سے نبی علیہ السلام خطاب فرما رہے ہیں اُن کا بھی یہی حال تھا براہِ راست تو اُنہیں ہی خطاب تھا اُن کے ذریعے پھر آگے اُمت کو ہوا کُلُّکُمْ خَطَّاؤُنَ تم میں ہر ایک خطا کار ہے گناہ گار ہے وَخَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ التَّوَّابُوْنَ تم میں بہترین گناہ گار خطا کار وہ ہیں جو سچی توبہ کر لیں، غلطی ہوگئی توبہ کر لے بس۔ نیک آدمی سے غلطی ہوتی نہیں بچتا رہتا ہے، عام آدمی کی غلطیوں میں اَور اِس کی غلطی میں بہت فرق ہوتا ہے وہ زیادہ کرتا ہے یہ بہت کم کرتا ہے، کبھی ہو بھی گیا گناہ تو فوراً توبہ کرے گا رجوع کرے گا اللہ سے۔

حقوق العباد سے تعلق ہوگا اگر اُس چیز کا تو اُس بندے سے معافی مانگنی چاہیے اُس سے تلافی کرنی چاہیے اور معاملہ دُرست کرنا چاہیے۔ اگر حقوق العباد کا معاملہ ہو تو صرف اللہ سے اِستغفار سے کام نہیں چلتا پہلے بندے سے معافی مانگنی پڑتی ہے حق دینا پڑتا ہے یا معاف کرانا پڑتا ہے پھر اللہ سے معافی مانگے اور حقوق اللہ میں اللہ ہی سے اِستغفار کافی ہوتا ہے سچے دل سے۔

تو یہ جو دَور ہے آپ کا ہو یا ہمارا ہو یہ سب تربیتی دَور ہے مرتے دم تک تربیت ہی چل رہی ہے اِنسان سیکھ ہی رہا ہے تو اِس میں ہم میں سے ہر ایک کو اپنے آپ کو طالب علم ہی سمجھنا چاہیے اَور دین کا خادم سمجھنا

چاہیے بس کبھی یہ کوشش نہ کریں کہ میں دین کا مقتدیٰ بن جاؤں میں امام بن جاؤں میں بڑا آدمی بن جاؤں۔ یہ تصور ہی نہ کریں یہ کوشش ہی نہ کریں، اللہ تعالیٰ خود سے بنا دیں وہ بات اَور ہے اپنی طرف سے دل میں اِس چیز کو جگہ نہ دیں اور اگر اِس کو جگہ دے دی تو باطنی بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ اِس وقت اللہ نے آپ کو ایسی فرصت دی ہے کہ زندگی میں کبھی یہ فرصت نصیب نہیں ہوگی دیکھیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو گھر میں اور گھر سے باہر ایسا رکھا ہوا ہے کہ گھر میں آپ کو کہ نہ آٹا گوندھنا پڑتا ہے نہ روٹی پکانی پڑتی ہے نہ سالن پکانا پڑتا ہے سب ماں پکا کر دے دیتی ہے کپڑے بھی دھونے نہیں پڑتے بہنیں کر دیتی ہیں بیوی کر دیتی ہے، یہ بادشاہوں کی طرح رہتا ہے گھر میں۔ مدرسے میں آکر بھی اللہ نے آپ کو بادشاہوں کی طرح رکھا ہوا ہے آپ کو آٹا نہیں گوندھنا پڑتا آپ کو سالن نہیں بنانا پڑتا آپ کو پکّا پکایا اللہ تعالیٰ کھانا دے رہے ہیں وقت پر روٹی دے رہے ہیں وقت پر سالن دے رہے ہیں یہ دین کی برکت سے دے رہے ہیں تو یہ فرصت کے اَوقات کبھی نہیں ملیں گے آپ کو۔

جب آپ فارغ ہو جائیں گے پڑھ کر تو آٹے دال کا بھاؤ پتہ چل جائے گا شادی ہو گئی تو بس پھر تو سارے ہی ہوش ٹھکانے آجائیں گے، پھر تو انسان کا معاملہ اَور طرح کا ہوتا ہے پھر تو اُسے ہلدی کا نمک کا مرچ کا ہر چیز کا ریٹ معلوم ہو جاتا ہے اَور ایک پائی زیادہ ہوتی ہے ایک پائی کم ہوتی ہے سب یاد رہتا ہے یہ کم ہو رہی ہے یہ بڑھ رہی ہے، اَب کچھ بھی نہیں پتا۔ تو یہ زندگی کا دَور آپ کے کبھی ہاتھ نہیں آئے گا اِسے ضائع کر دیا تو ساری زندگی پچھتائیں گے اَور تلافی نہیں کر سکیں گے۔ ماں باپ کا سایہ اِتنا بڑا آپ کے سر پر موجود ہے اُنہوں نے آپ کو بھیجا ہے گھر کے معاملات اُنہوں نے اپنے سر پر لے رکھے ہیں پھر یہاں آپ کے لیے سہولت اللہ نے کر دی بس زیادہ سے زیادہ اپنے کپڑے دھونے پڑتے ہیں وہ بھی ہفتے میں ایک دن ہوتا ہے ایک دن دھو لیے دو دِن دھو لیے۔

اِتنا کام تو انسان کو کرنا ہی چاہیے ورزِش بھی ہے کام کی عادت بھی رہتی ہے یہ تو ہونا چاہیے اور مجاہد ہیں آپ، آپ بیکار آدمی نہیں ہیں اِنشاء اللہ آپ میں سے ہر شخص مجاہد ہے، مجاہد کو اِن کاموں کا عادی رہنا چاہیے اِن کاموں کے لیے تیار رہنا چاہیے ایسا کام تو کرے گا وہ ورنہ وہ مجاہد کہاں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ جو آپ کو وقت دیا جیسے کہ یہ علوم آپ ظاہری سارے سیکھ رہے ہیں محنت سے، باطنی علوم کی طرف بھی توجہ دیں تزکیۂ نفس کی طرف بھی۔ باطنی بیماریوں سے بچنے کے لیے ساری زندگی لگ جاتی ہے تو بھی باطنی بیماریوں سے

نجات مشکل سے ہوتی ہے، ڈاکٹری دواؤں سے تو اِنسان ایک سال دو سال دس سال بیس بعد ٹھیک ہو جاتا ہے اَب ساری زندگی بیمار رہے اَور حسنِ خاتمہ ہو جائے تو بھی سودا سستا ہے لیکن خدانخواستہ باطنی بیماریوں میں مبتلاء ہو گیا تو بس آخرت برباد ہو گئی۔ ظاہری بیماری میں تو درجے بڑھ رہے ہیں گناہ جھڑ رہے ہیں بیمار ہے بیمار کی دُعاء قبول ہوتی ہے، اُسے تو بلکہ سکھاتے بھی ہیں ہم بھی کہتے ہیں کوئی بیمار ہو بھائی دُعاء کرنا تمہاری دُعاء قبول ہوگی لیکن جو باطنی بیمار ہوتا ہے اُسے نہیں کہتے آپ کہ دُعاء کرنا میرے لیے تمہاری دُعا بھی قبول ہوتی ہے، کہتے ہیں کبھی؟ جو باطنی بیماری میں مبتلا ہو اُس کی تیمارداری کسی نے کی ہے؟

جیسے کہ تکبر میں مبتلا ہے لالچ میں حسد میں کینہ میں کنجوسی میں بخل میں یہ سب باطنی اور دل کی بیماریاں ہیں یہ ہاتھ کی بیماری نہیں ہے ڈاکٹر نبض سے آلات سے سی ٹی سکین سے بھی پتہ نہیں چلا سکتے اِن بیماریوں کا کہ یہ ہیں یا نہیں۔ اُن کی لائن ہی نہیں اُنہیں پتہ ہی نہیں وہ تو اِس میں بعض خود مبتلاء ہوتے ہیں اِس بیماری میں، جو مبتلا ہوتا ہے اُس کی کبھی کسی نے تیمارداری کی ہے؟ کوئی پوچھنے بھی نہیں جاتا کہ آپ کیسے ہیں؟ یہ تو کہتے ہیں اللہ شفاء دے ہمیں بھی اُنہیں بھی، یہ تو کہہ دیں گے لیکن اُس کی تیمارداری یا اُسے قابلِ رحم سمجھے یا اُس پر ترس آئے اِس طرح نہیں ہوتا۔ اَور وہ مرجائے تو کبھی یہ کہتے نہیں سُنا ہوگا کہ اِس بیچارے نے ساری زندگی بیماری میں گزاری ہے اللہ نے اِس کے سارے گناہ جھاڑ دِیے ہوں گے بلکہ دَرجے بلند ہو گئے ہوں گے یہ سیدھا جنت میں گیا ہوگا، ایسا کہتے ہیں باطنی بیماری والے کو؟ نہیں، وہ تو جہنم میں جاتا ہے خدانخواستہ۔ جسمانی بیماری والے کے بارے میں ہوتا ہے کہ اِس کے گناہ جھڑ رہے ہیں اِس کے دَرجے بڑھ رہے ہیں۔ تو یہ بیماری جو جسمانی آجاتی ہے یہ تو اِتنی خطرناک چیز نہیں ہے اِنسان کے لیے ایمان کے اعتبار سے اَور آخرت کے اعتبار سے جتنی کہ باطنی بیماریاں ہمارے لیے دُنیا اور آخرت دونوں اعتبار سے نقصان دہ ہیں۔ اِس لیے ظاہر کی طرف بھی توجہ دیں اِن علوم کو بھی محنت سے سیکھیں اَور اُن علوم کو بھی محنت سے سیکھیں حاصل کریں، صرف یہ نہیں کہ کسی سے بیعت کر لی بس کافی ہو گیا بیعت پر اِکتفاء کر لیا فلاں سے بیعت ہوں فلاں سے بیعت ہوں یہ کافی نہیں ہے، اُن سے سیکھیں قاعدے کا پہلا سبق اب ت ث پڑھ لیں اَور بس چھوڑ دیں کہ بس پڑھ لیا تو کبھی بھی فائدہ نہیں ہوگا پورا پڑھنے سے فائدہ ہوگا ورنہ نہیں۔

تو بہرحال آپ جس لائن میں لگے ہوئے ہیں یہ بہت اعلیٰ لائن ہے یہ جدید ترین علوم ہیں جدید ترین

دین ہے آپ یوں سُنتے ہوں گے ''یہ قدامت پسند ہیں یہ دقیانوس ہیں''۔ پچھلی دفعہ بیان میں دقیانوس کا لفظ آیا تھا تو کسی نے پرچی بھیجی تھی کہ دقیانوس کا کیا مطلب ہے؟ دقیانوس کا مطلب تو سب کو معلوم ہی ہے ہم سمجھتے ہی ہیں فرسودہ خیالات اور پُرانے خیالات پر رہنے والے۔ میں نے دیکھا لغت میں تو دقیانوس جو اصحابِ کہف کے زمانے میں بادشاہ تھا جس سے اُن کا مقابلہ ہوا تھا اُس بادشاہ کا نام ''دقیانوس'' تھا کیونکہ وہ بھی کفر پر ڈٹا تھا اُور اُسی پر ہر ایک کو پھیرنا چاہتا تھا اور اُس کا نام دقیانوس تھا تو وہ ضربُ المثل بن گیا نام آج تک جیسے فرعون بن گیا کہ جو خراب آدمی ہواُسے کہتے ہیں فرعون بنا ہوا ہے اِس لیے جو پُرانی چیزوں پر ہواُسے کہتے ہیں دَقیانوس۔

تو دقیانوس اُس بادشاہ کا نام تھا وَرَبَطْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا ○ هٰۤؤُلَاۤءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً یہ سارا قرآن میں مضمون اُس قوم کا آرہا ہے جس کا بادشاہ وہ دقیانوس تھا تو آپ بالکل ماڈرن ہیں جدید ترین علم سیکھ رہے ہیں فرسودہ علم نہیں سیکھ رہے، فرسودہ علم یہودیت ہے فرسودہ علم نصرانیت ہے فرسودہ چیزیں مشرکین کی ہیں سب سے آخر میں جو آسمانی دین آیا وہ ''اسلام'' ہے اُس کے بعد کوئی اَور دین آیا؟ ثابت کردے کوئی، کوئی مائی کا لال ثابت کردے ہم اُس کی پیروی کریں گے اِسے چھوڑ دیں گے لیکن کوئی ثابت کر ہی نہیں سکتا۔ ایک نے کوشش کی تھی وہ کانا تھا بیچارہ مرزا قادیانی اُس کا حشر آپ سب دیکھ لیں کیا ہو رہا ہے اُس کے پیروکار اسرائیلی فوج میں بھرتی ہو رہے ہیں، اسرائیلی فوج میں بھرتی ہو کر رضا کارانہ خدمات انجام دے رہے ہیں تو جو بھی آخری دین کا دعوٰی کرے گا نبی علیہ السلام کے دین کے بعد اُس کا یہی حشر ہوگا کہ وہ یہودیوں یا مشرکین کا یا کافروں کا آلۂ کار ہوگا۔

سب سے آخری دین سب سے جدید ترین اِدارے یونیورسٹیاں دینی مدارس ہیں اِس کے علاوہ جہاں کہیں (دُوسرا) دین پڑھایا جاتا ہے وہ فرسودہ بات ہے وہ دقیانوسی نظام ہے اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِیْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ مَا یَاْتِیْهِمْ مِنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُحْدَثٍ ''مُحْدَثٍ'' کا لفظ آیا ہے جب بھی کوئی نئی بات اُن کے پاس آتی ہے مِنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُحْدَثٍ اپنے رب کے پاس سے نئی بات مُحْدَث بات اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ یَلْعَبُوْنَ اُسے کھیل میں اُڑا دیں گے توجہ ہی نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ اِس دین کو کیا کہہ رہے ہیں محدث۔ انگریزی میں اِس کا ترجمہ کیا کریں گے ماڈرن، تو ماڈرن دین ہے تو

دقیانوس یہودی ہیں یا آپ ہیں؟ دقیانوس عیسائی ہیں یا آپ ہیں؟ قدامت پسند آپ ہیں یا وہ ہیں؟ وہ ہیں ہم نہیں ہیں۔ وہ قدامت پسند ہیں ہم تو جدت پسند ہیں کیونکہ سب سے آخری دین ہمارا ہے قرآنِ پاک کی آیت میں آگیا مَايَأْتِيهِمْ مِنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ دُوسری جگہ آتا ہے مَايَأْتِيهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ دونوں جگہ آ رہا ہے اللہ تعالیٰ اِس دین کو جو آخری دین ہے اِس کو مُحْدَثٍ فرما رہے ہیں جدید دین اَور اِسی کو اللہ نے ہمارے لیے پسند کرلیا ہے اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا یہ ہمارے سامنے ہدایات ہیں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اِس لیے آپ یہ نہ سمجھیں اگر آپ کے گھر والے یا لوگ کہتے ہیں رشتہ دار کہ کیا پُرانی چیزوں میں لگ گیا ہے، اِسے یہ پڑھاؤ اِسے وہ پڑھاؤ۔ آپ کہیں میں تو سب سے جدید ترین دین میں لگا ہوا ہوں اگر یہ جدید نہیں ہے تو جو جدید ہے وہ مجھے بتادو پھر، کوئی بھی نہیں بتا سکے گا ہاں دُنیاوی علوم میں ترقی ہو رہی ہے سائنسی ایجادات ہیں اُس کا ہم انکار نہیں کرتے وہ ٹھیک ہے اُس کو ہم حرام بھی نہیں کہتے اُس کے جو حلال طریقے ہیں اُنہیں اختیار کرنا منع نہیں ہے ایک عالمِ دین بھی بنے ساتھ ساتھ یہ بھی کرلے ٹھیک ہے کوئی حرج نہیں ہے۔

ہمارے جو مفتی ہیں ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب اِس وقت مفتی اعظم وہی ہیں پاکستان کے اَور کوئی نہیں ہے مفتی اعظم پاکستان ڈاکٹر عبدالواحد صاحب ہمارے مدرسے کے پڑھے ہوئے ہیں حضرتؒ کے شاگردوں میں ہیں، وہ کیا ہیں ڈاکٹر بھی ہیں پہلے پوری ڈاکٹری پڑھی اُنہوں نے وہ تو لائن ہی دُوسری تھی اُن کی ایم بی بی ایس ڈاکٹر اَور اَبھی تک پریکٹس کرتے ہیں سرکاری ہسپتال میں اَور اَب اِتنے بڑے عالم ماشاء اللہ مفتی بن گئے کہ اَب مفتی اعظم کا درجہ اللہ نے اُنہیں دے دیا تو وہ تعلیم منع تو نہیں ہے سیکھیں، کوئی کرسکتا ہے تو منع نہیں کرتے ہم اُس کو۔ تو فراخ سینہ ہمارا ہے فراخ حوصلہ ہم لوگوں کا ہے اُن کا نہیں ہے وہ کہتے ہیں بس یہی کرو ادھر مت جاؤ یہ دقیانوس ہیں اِس لیے آپ ہرگز کسی قسم کی احساسِ کمتری میں مبتلا نہ ہوں بلکہ ہمت سے رہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اَور ہماری سب کی مدد کرے گا دستگیری فرمائے گا نصرت فرمائے گا اللہ تعالیٰ قبول فرمائے ہمارے اِس مدرسے کو بھی اَور جہاں جہاں دینی خدمات ہو رہی ہیں اُن سب کو ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے آخرت میں رسول اللہ ﷺ کی شفاعت اَور اُن کا ساتھ نصیب فرمائے، وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ. ✪ ✪ ✪

دین پورا کب ہوتا ہے؟

حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب مدظلہم العالی جسٹس شریعت اپیلٹ بینچ سپریم کورٹ ۲۶ر اکتوبر کو جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے ، اِس موقع پر اساتذہ کرام اَور طلباء سے مختصر مگر نہایت جامع اور فاضلانہ خطاب فرمایا، اِس کی افادیت کے پیش ِنظر اِسے شائع کیا جا رہا ہے، قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں۔(اِدارہ)

الحمد للّٰہ و سلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی امابعد !

اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہ' کا دل کی گہرائیوں سے شکرگزار ہوں کہ اُس نے آج چار پانچ سال کی تمنا کو برآنے کا موقع عطا فرمایا، تقریبًا چار سال سے مسلسل اِرادہ رہا کہ یہاں اِس جامعہ میں اِس مدرسہ میں حاضر ہوں اَور اِسے دیکھنے کا موقع ملے لیکن اِنسان اِرادے کرتا رہ جاتا ہے اَور فیصلے خدا کی طرف سے ہوتے ہیں ، لاہور یہاں سے دُور نہیں لیکن لاہور آنے کے باوجود یہ تمنا دل میں اُبھرتی رہی اَور مختلف حالات پیدا ہوتے رہے جس کی بناء پر تعمیل سے قاصر رہا آج پہلی دفعہ اِس مسجدِ حامدؒ کو دیکھا یہ اِس کے اِبتدائی آثار ہیں الحمد للہ اِس کو اپنے نتائج کے لحاظ سے ''مسجدِ حامد'' کو ''محمود'' پایا، ہر لحاظ سے یہ قابلِ تعریف ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اِسے کامیاب کرنے اَور مکمل کرنے کی سعادت دے اَور زندگی عطا فرمائے۔ اِس وقت لاہور سے باہر کا ایک سفر پیش ِنظر ہے اَور اِس وقت صرف حاضری ہی مقصود تھی اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہ' اِن چند منٹوں میں کوئی حق بات کہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

عزیزانِ محترم، سامعین عزیز! اِس زمانے میں چھوٹی بات اَور مختصر گفتگو لمبی تقریروں کی نسبت زیادہ مؤثر رہتی ہے پہلے ایک دَور تھا کہ اُس میں تمہید بھی باندھی جاتی تھی موضوع کا اعلان بھی کیا جاتا تھا اَور اُس پر پھر تقریریں ہوتیں تھیں لیکن زمانے نے حالات کی اَور خیالات کی اِتنی کروٹیں لی ہیں کہ اَب چھوٹی بات مختصر بات اَور موقع کی بات وہ چند ہوں تو تقریر سے زیادہ اُن کا فائدہ رہتا ہے۔

میں ایک سوال سے اِس بات کا آغاز کرتا ہوں کہ ہمارے لیے یہاں سب سے قیمتی چیز کیا ہے؟ جواب ''ایمان''۔ اِس سے زیادہ قیمتی چیز کوئی نہیں اَور جن کو ہم یہاں قیمتی چیزیں سمجھتے ہیں اِن میں اَعمال بھی

ہیں اَور اَملاک بھی ہیں۔ جو اَعمال ہیں وہ بھی دُوسرے کو دیے جا سکتے ہیں، ہم اگر کچھ نیک اَعمال یہاں کریں اَور اِن کو اَگلے جہان بھیج دیں ہمارے جو بزرگ اَور بہن بھائی اَگلے جہان میں اپنے خیمے لگا چکے اُن کو وہ اَعمال بھیج دیں تو ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ اَعمال اُن کو پہنچتے ہیں اِنَّ لِلْاِنْسَانِ اَنْ یَّجْعَلَ ثَوَابَ عَمَلِہٖ لِغَیْرِہٖ صَوْمًا وَّصَلٰوةً وَّصَدَقَةً وہ کس باب میں بھی ہوں وہ آگے اعمال پہنچتے ہیں اَور جہاں تک اَملاک ہیں اِنسان اُن کو بھی جنہیں دے دے ہبہ کردے صدقۂ جاریہ بنادے وہ بھی پہنچتے ہیں۔ اَور جو چیز نہیں پہنچتی وہ صرف ایمان ہے جو لے کر گیا اپنا ہی لے کر گیا نہ تو کسی کو دے سکے گا نہ کوئی لے سکے گا۔ جب ایمان ایسی چیز ہے جو نہ دی جا سکتی ہے نہ لی جا سکتی ہے تو اُس کی سرحدوں کے گرد پہرہ دینا اَور اُس میں پوری ہمت کے ساتھ لگے رہنا ہر اعتبار سے اُس کو بیدار رکھنا بیدار سمجھنا یہ فرض ہے اَور خاص طور پر وہ طالب علم جو دین کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں اُن کے لیے سب سے پہلا موضوع اَور سب سے پہلی منزل سب سے پہلا مقصد جس کے لیے اُن کی ساری محنتیں اُس کے گرد پہرا دیں وہ ایمان ہے۔ اگر کسی جگہ کسی دینی حلقے میں ایمان کے گرد پہرہ نہیں دیا جا رہا تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنے مقصد سے بہت دُور جا پڑے ہیں۔

ایک دفعہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اَور ایک سائل کی شکل میں پیش ہوئے اَور حضورِ اکرم ﷺ سے اُنہوں نے پہلا سوال کیا ''ایمان'' کے بارے میں۔ یہ جو اُن کا پہلا سوال ہے یہی مومن کا آخر نقطۂ کمال ہے۔ ایمان کے بعد اُنہوں نے ''اِسلام'' کے بارے میں بھی سوال کیا اِس کے بعد اُنہوں نے ''احسان'' کے بارے میں بھی سوال کیا اَور پھر اِن تینوں کا نام رکھا ''دین'' فرمایا یہ جبرئیل ہیں آئے ہیں تمہارے پاس لِیُعَلِّمَکُمْ دِیْنَکُمْ تو دین کے تین عنوان سامنے آئے: پہلا ایمان دُوسرا اِسلام تیسرا اَحسان۔

اَب اگر ہم کوئی ایسا خیال پیدا کریں کہ صرف اَعمال کا نام ہی دین ہے اَور اِس کے فضائل جو ہیں اُن ہی پر ساری زندگی لگا دو فضائل اَعمال پر تو یہ بات پوری نہیں ہوتی اَور منزل تک نہیں پہنچتی، حضرتِ جبریلِ امین نے تین سوال اُٹھائے اَور تینوں کو نبی پاک ﷺ نے دین کہا کہ یہ جبریل ہیں جَآئَکُمْ لِیُعَلِّمَکُمْ دِیْنَکُمْ تو دین کا لفظ استعمال کیا اِن تینوں کے بعد، تین سوال کیے حضور نے جواب دیے۔ تو دین ایک ہی چیز کا نام ہے یا تینوں کا؟ تینوں کا۔ اَب جس طرح ہم اپنے بھائیوں سے عزیزوں سے کہتے ہیں کہ بھئی اپنے اَعمال

پر محنت کرو اِسی طرح اِن مدارس اَور مساجد سے اِن دین کے مراکز سے یہ صدا اُٹھتی ہے کہ اِیمان پر بھی اُسی طرح محنت کرو بلکہ اُس سے زیادہ یہ وہ چیز ہے جو نہ کوئی کسی کو دے سکے گا نہ لے سکے گا۔ اَعمال کے بارے میں تو میں آپ سے کہہ چکا ہوں کہ ہم آگے بھیج سکتے ہیں قرآنِ پاک پڑھ کر اُس کی تلاوت کا ثواب بھی آگے بھیج سکتے ہیں۔ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں تصریح کی ہے کہ تلاوتِ قرآن کا ثواب بھی پہنچتا ہے تو جو لوگ اِس کا انکار کرتے ہیں وہ تنگ دِلی سے کام لیتے ہیں۔

تو میں گزارش کر رہا ہوں کہ محنت تین دائروں میں ہونی چاہیے اعمال پر اَور اِس سے پہلے ایمان پر تو نبی پاک ﷺ سے جو سوال کیے گئے تو پہلا سوال تھا ایمان کیا ہے؟ ایمان سے ایک مستقل سلسلۂ علم پیدا ہوا جسے کہتے ہیں ''علمِ کلام یا علمِ عقائد'' اَور اسلام سے ایک مستقل علم قائم ہوا جس کو کہتے ہیں ''علمِ فقہ'' اَور احسان سے ایک مستقل علم قائم ہوا اَور وہ تجربات سے گزرا جس کو کہتے ہیں ''علمِ تصوف یا چشمۂ تصوف''۔ اگر کسی جگہ اِن تینوں کی آواز اُٹھے تو اُس وقت کہتے ہیں پورے دین کی آواز، اگر کہیں صرف فضائلِ اعمال پر بات اُٹھے تو وہ بھی دین کا ایک شعبہ ہے لیکن اِس کو پورے دین کی آواز نہیں کہہ سکتے پورے دین کی آواز یہ ہے کہ ایمان پر بھی محنت ہو اعمال پر بھی محنت ہو اَور احسان پر بھی محنت ہو۔

نبی پاک ﷺ کے بعد صحابۂ کرامؓ جس دین کو لے کر اُٹھے تو اُس میں پہلا تعارف جو تھا وہ ایمان کی نسبت سے تھا۔ اِس وقت میں جو مختصر بات عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ ایمان کے بارے میں ایمان کے خلاف آواز کہاں سے اُٹھتی ہے مَنْ تَعَلَّمَ لِسَانَ قَوْمٍ اٰمِنَ شَرَّهُمْ جو لوگ کسی قوم کی زبان پہچان لیں تو اُن کے شر سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ ہمیں اِس بات پر پوری نظر رکھنی چاہیے کہ ہمارا دُشمن کون ہے؟ ہمارا سب سے بڑا دُشمن اِس وقت مغرب ہے، مغربی ہوائیں ہیں مغربی فضائیں ہیں اَور جس کو کہا جاتا ہے آج کل کی اِصطلاح میں ''پڑھی لکھی دُنیا، نئی یورپ کی دُنیا'' اِن لوگوں نے فکری طور پر اِسلام کے خلاف جو شبہات طالب علموں کے ذہنوں میں ڈالے ہوتے ہیں اَور ذرا سی بات معمولی سی بات اُٹھا دیتے ہیں اَور دُوسرے کو شک میں مبتلا کر دیتے ہیں اَور اِن قوموں کی تعلیم کا سب سے بڑا نقطہ یہی ہے کہ شک پیدا کر دو ہر بات میں۔ تو طالب علموں کو اپنے ذہن کو آفاقی بنانا چاہیے دین پڑھیں دین پڑھ کر جب آگے بڑھیں اللہ تعالیٰ نے دین کا کام لینا ہے اَور دین پڑھنے کا مطلب دین کا کام کرنا ہے، دین پڑھنے کا مطلب صرف فارغ ہونا نہیں بلکہ آگے دین کا

کام کرنا ہے اَور کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جو آواز دین کے خلاف اُٹھتی ہے اُس کا جواب لڑائی سے نہیں فکری رسائی سے دینا ہے کہ آپ اُسے سمجھیں۔

ایک چھوٹا سا لطیفہ عرض کرتا ہوں کہ ہم سے اِن ملکوں میں یہ پوچھا گیا کہ اِسلام کی رُو سے مسلمانوں اَور اہلِ کتاب کے تعلقات کیا ہیں؟ اور اِس کے ساتھ ہی ساتھ یہ سوال کر دیا کہ کیا اِن دونوں کی شادی ہو سکتی ہے؟ میں نے کہا کہ ہاں مسلمان کا نکاح صرف مومن سے ہی ہوگا اِس میں اگر کوئی اِستثنٰی ہے تو وہ یہ کہ اہلِ کتاب سے شادی ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں تصریح کے ساتھ کہا کہ اِن کے ساتھ شادی ہو سکتی ہے۔ تو وہ فوراً کہنے لگے کس طرح؟ میں نے کہا کہ مرد مسلمان ہو اَور عورت جو ہے وہ اہلِ کتاب میں سے ہو تو نکاح ہو سکتا ہے وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ مِنْ قَبْلِکُمْ اِذَآ اٰتَیْتُمُوْھُنَّ اُجُوْرَھُنَّ ۔ تو پھر دُوسرا سوال کرنے لگا کہ پھر تو برابر کی بات نہ ہوئی ، اگر دونوں ایک دُوسرے کے اِتنا قریب ہیں اہلِ اسلام اہلِ کتاب کے اِتنا قریب ہیں تو چاہیے کہ پھر دونوں طرف سے نکاح ہو سکے تو یہ کیا مطلب کہ مسلمان اہلِ کتاب کی لڑکی نکاح میں لے تو سکتا ہے لیکن دے نہیں سکتا تو برابر کے ہونے چاہئیں؟ اَب یہ ہمارے دین کا ہماری شریعت کا مسئلہ ہے۔ تو میں نے فوراً کہا کہ بھائی ہمارے دونوں کے تاریخی پس منظر کو تو کوئی جانے ، ہم دو ہیں اہلِ اسلام اَور اہلِ کتاب۔ ہم اُن کے پیغمبر کو مانتے ہیں عیسٰی بن مریم کو سب نبی مانتے ہیں ، ہم اُن کے پیغمبر کو مانتے ہیں وہ ہمارے پیغمبر کو نہیں مانتے تو فرق تو پہلے ہی ہو گیا تو جب وہ ہمارے پیغمبر کو نہیں مانتے ہم سے حصّہ نہیں لے سکتے ہم اُن کے پیغمبر کو مانتے ہیں ہم اُن سے حصّہ لے سکتے ہیں لڑکی لے سکتے ہیں۔ تو تاریخی طور پر یہ چیز چونکہ تھی کہ ہم اُن کے پیغمبر کو مانتے ہیں قرآنِ کریم اُن کی رسالت کی نبوت کی تصدیق کرتا ہے اور وہ ہمارے پیغمبر کو نہیں مانتے تو اُن کا اگر ہماری اِس قوم میں حصہ نہ ہو تو بات سمجھ میں آتی ہے اَور ہمارا تو حصّہ وہاں ضرور ہونا چاہیے کیونکہ ہم مانتے ہیں۔ اَب یہ بات خواہ ایک عام فہم درجے کی تھی لیکن اُن کے ذہن میں یہ گھر کر گئی کہنے لگے یہ بات بالکل ٹھیک ہے۔

پھر کسی نے سوال کیا کہ اِسلام میں عورت کی گواہی آدھی کیوں ہے اَور مرد کی گواہی پوری ہے تو کیا اِن دونوں کو برابر دَرجہ نہیں دیتے؟ تو اب میں نے اپنے خیال سے ہی بات کہی کہ گواہی دینا مشکل کام ہے یا آسان؟ اُن میں سے ایک دو خود ہی کہنے لگے کہ یہ تو مشکل کام ہے اگر کہیں قتل ہو جائے تو بڑے بڑے بہادر

قسم کے لوگ بھی جو پاس دیکھنے والے ہوں وہ کہتے ہیں پولیس کو کہ ہمیں گواہوں میں نہ رکھنا۔ گواہی دینا اپنے لیے ایک مستقل طور پر آگے خطرات کا دَروازہ کھول دینا ہے۔ تو جہاں بڑے بڑے بہادر دل بھی کتراتے ہوں گواہی دینے سے تو وہاں عورت کو گواہی میں اگر Discourage کیا گیا تو یہ بوجھ اُس پر نہیں رکھا گیا کیوں؟ اِس لیے کہ اُس کی اَور بڑی ذمہ داریاں ہیں تو جہاں مرد کے لیے گواہی دینا بھی حالات اِتنا مشکل بنا دیں تو وہاں عورت پر یہ بوجھ نہ ڈالنا یہ اُس کے ساتھ شفقت ہے یا اُس سے نفرت ہے؟ سب نے کہا یہ تو شفقت ہے یہ تو بڑی مہربانی ہے۔ تو بات وہی ایک ہے ذرا اِدھر جھکیں تو بات اَور نظر آتی ہے اَور اُدھر رُخ کریں تو بات اَور نظر آتی ہے اِس لیے اپنی فکر کو اَور اپنی سوچ کو ذرا اُونچا کریں جب تک آفاقی نظر نہ ہو کہ پورے عالَم پر اَور جو کچھ جہاں میں ہورہا ہے اُس پر اَور جس جس طرح کے سوال اُٹھائے جارہے ہیں اُن پر نظر نہ ہو تو آپ اپنے علومِ دینی سے فائدہ نہیں اُٹھاسکتے، اپنے علومِ دینی سے فائدہ اُٹھائیں اِس طرح کہ آپ مختلف قوموں اَور یورپ کے چیلنج کو قبول کریں۔ جو کہتے ہیں کہ اِسلام اِس دَور کے مطابق مغربی دَوڑ نہیں دوڑسکتا حالات کا سامنا نہیں کرسکتا تو یونہی ہمارے کئی مسلمان ساتھی گھبراجاتے ہیں کہ ہاں یہ کہیں گے تو یہ کیا ہوگا یہ کہیں تو یہ کیا ہوگا۔ تو ہم اُنہیں کہتے ہیں کہ جب ہمارے پاس ایک دین ہے اَور وہ سچا ہے اَور ہمارا یقین ہے تو جب یقین ہے تو پھر اِس پر اِس یقین کے ساتھ اُٹھ کھڑے ہوں کہ کوئی ایسا شبہ نہیں جس کا جواب نہ ہو اَور کوئی ایسا ایک اعتراض نہیں ہم جس کا توڑ نہ کرسکیں۔

تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو دین کی جو اِس لائن میں قبول کیا اَور آپ نے اِس میں آغاز کیا اللہ تعالیٰ اِس میں امتحان کی منزلوں میں کامیاب کرے اَور جب آپ فارغ ہوں تو سمجھیں کہ اَب ہم پر بہت بڑی ذمہ داری آچکی ہے اَور اُس ذمہ داری میں دو تین باتیں ہیں ایک تو یہ کہ آج کل رواج ایسا ہے میں ایک بات خلافِ قاعدہ کہنے لگا ہوں کہ جب کبھی تقریر کریں تو طالب علم لکھنے بیٹھ جاتے ہیں تو میں روکتا تو نہیں لیکن مشورہ دیا کرتا ہوں کہ جنھوں نے علم کا بوجھ دماغ پر نہیں کاغذوں پر ڈالا وہ نہیں جانتے کہ کسی وقت شاید اِس کاغذ تک رسائی نصیب نہ ہوسکے حتی الوسع علم کا بوجھ دماغوں پر ڈالیں جب تک لوگ علم کا بوجھ دماغوں پر ڈالتے رہے اُس وقت تک حافظے تیز ہوتے تھے، آج حافظے کیوں کمزور ہوگئے کہ علم کا بوجھ کاغذوں پر ڈالا اور فارغ ہوگئے تو میں ایک مقولہ کہا کرتا ہوں کہ ''علم دَر گلہ زَر دَر پَلہ'' علم وہی ہے جو آپ کی زبان پر ہو اَور آپ کا پیسہ وہی

ہے جو جیب میں ہو، جو پیسہ بنک میں ہو یا جو پیسہ گھر میں ہو معلوم نہیں وقت پر وہاں تک جانا ہوگا یا نہیں ہوگا، اپنا مال وہی سمجھیں جو جیب میں ہے اَور اپنا علم وہی سمجھیں جو زبان پر ہو۔ جب سے یہ رواج پیدا ہوگیا کہ علم کا بوجھ دماغ پر نہیں اَوراق پر ڈالتے ہیں تو یہ حافظے کمزور ہونے شروع ہوگئے اَور پھر جب کوئی سوال آئے سامنے تو اُس کے جواب میں پھر ڈھونڈیں کہ کس کاغذ پر لکھا تھا کس کاغذ پر نہیں لکھا تھا اِس کی بجائے اللہ تبارک وتعالیٰ کی حقیقی نصرت کو پکاریں اللہ تعالیٰ فضل کرتا ہے اَور ہم نے بارہا اِن قوموں کا مقابلہ کرتے ہوئے اللہ کی نصرت کو اِس طرح اُترتے دیکھا جس طرح آپ بارش کے وقت قطروں کو اُترتا ہوا دیکھتے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ فضل کرتا ہے۔

تو اِس وقت صرف یہ بات کہنی مقصود ہے کہ اِیمان سب سے قیمتی چیز ہے اِس کے برابر اَور کوئی چیز نہیں۔ تو ہم سے بعض اوقات طلباء سوال کرتے ہیں کہ ہم نے نیک اعمال تو بڑے بڑے کافروں کو بھی کرتے دیکھا۔ لاہور میں ایک کافر تھا ہندو اُس نے بہت نیک اعمال کیے، ایک بڑا ہسپتال اُس نے بنایا جسے کہتے ہیں گنگا رام ہسپتال، کئی پُل اَور کئی سڑکیں بھی اُس نے بنوائیں اَور بڑا نیک تھا تو لوگ پوچھتے ہیں کہ یہ جو کافر اِتنے نیک اَعمال کرتے رہے اُن کو کچھ ملے گا؟ تو اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہٗ نے سورۂ محمد کے شروع میں اِس کا جواب دیا ہے اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْ جو لوگ کافر ہوئے وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے رہے یعنی اُس کا وجود آگے مؤمنین کے لیے ایمان قبول کرنے میں حائل رہا تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَضَلَّ اَعْمَالَھُمْ اللہ تعالیٰ اُن کے اَعمال گرا دیتے ہیں۔ تو جو اُن کے بُرے اعمال ہیں اُن کو تو گرانے کا سوال ہی نہیں وہ تو ہیں ہی برے، تو جو گرائے گئے اعمال اُن اعمال سے مراد ہیں کہ اُن کے نیک اعمال گرا دِیے یعنی اگر ایمان نہیں تو اعمال کتنے ہی نیک کیوں نہ ہوں سب گر جائیں گے۔ ایمان اِتنی قیمتی چیز ہے کہ جب تک یہ نہ ہو اعمال کی کوئی قیمت نہیں، ہمیں جتنے اُن کے نیک اعمال نظر آتے ہیں وہ سارے گرا دیے جائیں گے، اللہ کے یہاں اُن کا کوئی شمار نہیں اَور اللہ تعالیٰ اُن میں سے اگر کسی کو قبولیت دے تو اُس کی صرف یہی ایک صورت ہے کہ اللہ تعالیٰ کرنے والے کو ایمان لانے کی توفیق دے دیں۔ کئی ایسے نیک اعمال کرتے کافر دیکھے گئے جو بعد میں مسلمان ہوگئے تو اُن کی قبولیت کا بس صرف ایک ہی طریقہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اُن کو دُنیا میں اِسلام کی توفیق دے دیں، اگر توفیق نہیں تو کبھی اُن کی بخشش نہیں۔

اَور یہ ہے بشارت جو میں عرض کر رہا ہوں، ایمان والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ .... کَفَّرَ عَنْھُمْ سَیِّاٰتِھِمْ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کیے تو ہم اُن کے جو گناہ ہیں وہ گرادیں گے۔ تو جو کافر ہے ایمان نہیں لایا اُن کے نیک اعمال گرادیں گے اَور جو ایمان والا ہے اُن کی غلطیاں گرادیں گے۔ تو کَفَّرَ عَنْھُمْ سَیِّاٰتِھِمْ یہ اِس کے جواب میں ہے اَضَلَّ اَعْمَالَھُمْ کہ اُن کے نیک اعمال گرادیں گے اور اِن کے گناہ گرادیں گے۔ تو ایمان اِتنی بڑی چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو عطا فرمائے اَور وہ بنیادی اُمور پر بھی عمل کرتا گزرے تو اللہ تعالیٰ اُس کے سارے گناہ گرادیں گے تو اِس پر جتنی بھی محنت کی جائے وہ کم ہے تو دینی کوششوں میں اَب تک اِن مدارس کی اَور مساجد کی یہی کوشش رہی کہ کسی طرح ایمان قائم رہے اَور اُس کے گرد حفاظت کا پہرہ قائم رہے۔

اِن مدارس کی محنت یہی ہے اَور اِسی لیے ہے اَور دُوسرے درجے میں فضائلِ اعمال کی محنتیں ہیں کہ لوگوں کو جا کر دین سکھانا، نمازیں درست کرنا، جو کلمہ صحیح نہ پڑھ سکیں کلمہ پڑھانا اور جو لوگ خود اِس طرف نہیں آرہے اُن کے گھروں میں پہنچ کر اُن کی دُکانوں میں پہنچ کر دین کی آواز دینا یہ فضائلِ اعمال ہیں اِن کا بڑا ثواب ہے یہ دُوسرے درجے میں ہے۔ تو سب سے پہلے دین کی بڑی خدمت کیا ہے؟ ایمان کی سرحدوں کے گرد حفاظت کرنا۔ ایمان کو سمجھو کہ کیا ہے؟ میں نے ابھی ابھی آپ کے سامنے ایک کافر کے نیک اعمال کی بحث کرکے میں نے بتادیا کہ ایمان کا مقام اعمال کے مقابلے میں کیا ہے؟

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ایک مثال دیا کرتے تھے کہ ایک (1) اُس کے ساتھ صفر بھی لگادو تو وہ بن جاتا ہے دس (10) اَور دو صفر لگادو تو بن جاتا ہے سَو (100)۔ تو یوں سمجھو کہ ایمان وہ ستون ہے وہ بنیاد ہے کہ اِس کے ساتھ اعمال کے ڈھانچے صفر کے درجے پر بھی ہوں تو قیمت بڑھ جائے گی۔ اگر ایک ہو وہ ایمان کے درجے میں ہے اَور ساتھ صفر بھی لگادو دَس پھر لگادو تو سَو تو ایمان وہ بنیاد ہے وہ ستون ہے کہ اِس کے ساتھ اعمال کے ڈھانچے قائم کردو اِنشاء اللہ قیمت بڑھ جائے گی۔ اَور اگر ایمان قائم نہیں فضائلِ اعمال میں کتنی ہی محنت کرو تو یہ وہ صفر ہیں جو بائیں طرف لگیں گے (01) ایک کے بائیں طرف جو لگیں کیا اُن کی کوئی قیمت ہے؟ کچھ نہیں۔ اِن مدارس اَور مساجد نے ہمیشہ اِس بات کی کوشش کی محنت کی کہ ایمان کے گرد حفاظت کا پہرہ ہو۔ اگر ختمِ نبوت کی بات ہو صحابۂ کرامؓ کی بات ہو اقامتِ سُنّت کی بات ہو حجیّتِ حدیث کی بات ہو اِن چیزوں سے ایمان کے

گرد حفاظت کا پہرہ ہوتا ہے۔ یہ پہرہ اَب تک کس نے دیا ہے؟ مدارس اَور مساجد نے دیا ہے۔ مساجد کے خطبوں نے دیا ہے مدارس کی تدریسات نے دیا ہے تو اگر یہ نہ ہوتا تو دین اَب تک پندرہ سو سال کی صدیوں کا سفر عبور کر کے پہنچا نہ ہوتا تو ایمان کے گرد حفاظت کا پہرہ یہ پہلی سب سے بڑی ذمّہ داری ہے۔

پہلا سوال جبرئیل کا یہی تھا ''ایمان کیا ہے''۔ پھر آئے ہیں فضائلِ اعمال پر۔ تو دُوسرا سوال تھا کہ ''اسلام کیا ہے'' تو فضائلِ اعمال پر اَور اِس کی تفصیلات پر آنا یہ دُوسرے درجے میں ہے اَور تیسرا درجہ جو ہے وہ ایک کڑی منزل ہے وہ صرف اللہ والوں کا نصیب ہے یا اُن کا نصیب جو اللہ والوں کے قریب آئیں، وہ کیا ہے؟ ''احسان'' کہ عبادات میں وہ کوالٹی پیدا ہو وہ کیفیت پیدا ہو کہ اِس طرح اللہ کی عبادت کریں گویا کہ تم خدا کو دیکھ رہے ہو اگر نہیں تو کم اَز کم اتنا تو ہو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے تو یہ حال پیدا کرنا یہ کیفیت پیدا کرنا یہ تیسری محنت ہے کہ جس کے ساتھ ایمان پر بھی نکھار آتا ہے اعمال پر بھی نکھار آتا ہے۔ تو ہمارے بزرگوں کے حلقہ میں جو محنتیں علم پر ہوتی رہیں وہ محنت ڈالی جاتی رہی دماغ پر اَور جو محنت دلوں پر ہوتی رہی اُن کا نام تصوف اَور رُوحانیت ہے۔ جن اِداروں میں جن مجالس میں جن حلقوں میں دلوں پر محنت ہو وہاں تصوف کے ساتھ پورے دین پر پورے یقین پر اَور پورے اعمال پر نکھار آتا ہے۔

تو اِس وقت میں صرف یہی بات کہنا چاہتا تھا کہ دین کے تین بنیادی حصّے ہیں اِن تینوں کا نام حضور ﷺ نے رکھا ہے ''دین''۔ جبرئیل علیہ السلام یہ لے کر آئے ہیں **یُعَلِّمَکُمْ دِیْنَکُمْ** تو دین میں پہلی منزل کیا ہے؟ ''ایمان'' جس کے گرد تعلیماتِ اسلامیہ مدارسِ اسلامی اَور مساجد کا اَور خطبوں کی زیادہ محنت ہوتی رہی ہے یہ ہے اوّل درجہ۔ دُوسرے درجے میں فضائلِ اعمال کی محنت ہے کہ جہاں تک ہو سکے وہاں وہاں پہنچو جہاں کے لوگ خود دین کی فکر نہیں کرتے اَور جا کر اُن کو نمازیں سکھانا اور اُن کے کلمے کو دُرست کرنا یہ دُوسری محنت ہے۔ اَور اِس کے ساتھ ساتھ اُن کو پھر اُن اللہ والوں کے ساتھ لگاؤ جو اللہ کی راہ کو جان چکے ہیں اللہ کے پاس جانے کی اَور اُس کی طرف رُخ کرنے کے کتنے راستے ہیں؟

ایک سوال کا جواب دے کر میں ختم کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کی طرف رُخ کرنے کے کتنے راستے ہیں؟ نثر میں بات کہوں تو ممکن ہے بھول جائیں تو میں شعر میں ایک بات کہتا ہوں ع

ملنے والوں سے راہ پیدا کر اُس سے ملنے کی ایک ہی راہ ہے

جو لوگ اُس کو مل چکے یا ملنے والے ہیں اُن کے ساتھ آپ کا ربط ہو اُن کے ساتھ آپ کا تعلق ہو اُن کے پاس آنا جانا ہو اُن کے ساتھ تعاون ہو فہمِ دین میں اُن کی طرف رُخ کرنا ہو۔ اَور جو تحریکیں اُن ملنے والوں سے نفرت پیدا کریں علماء نے کیا کہہ دیا ہے اَب تک، علماء نے کیا کرلیا ہے، اِن مدرسوں نے کیا کرلیا ہے، اِن مسجدوں نے کیا کرلیا ہے؟ تو اللہ کے بندو! یہ جو دَرویش نظر آتے ہیں مدارس میں اَور مساجد میں اِن کے بارے میں کبھی بے اَدبی کی زبان استعمال نہ کرنا۔ مدارس نے کیا کرلیا ہے، مساجد نے کیا کرلیا ہے؟ یہ گستاخ زبانیں ایمان کو بھی لے ڈوبیں گی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہٗ کے ہم شکر گزار ہیں کہ اُس نے ہمیں مسلمانوں کے گھر پیدا کردیا اگر ہم کسی غیر مسلم گھرانے میں پیدا ہوئے ہوئے ہوتے تو معلوم نہیں وقت نکال سکتے یا نہیں کہ سچائی کی تلاش کریں اللہ تعالیٰ نے گھر بیٹھے ہی دولت دے دی۔

تو بزرگانِ محترم، عزیز طالبعلموں، سامعینِ عزیز! چار پانچ سال کے بعد مجھے یہاں حاضری کا موقع ملا تمنا کرتا رہا لیکن موقع نہ ملا تو میرا اِس وقت چھوٹا سا پیغام یہی ہے کہ دین کی مختلف لائنیں ہیں اَور ہم ساری لائنوں کو ضروری سمجھتے ہیں۔ جو تحریک جو دعوت یہ کہے کہ نہیں ایک ہی ہے تو یہ صحیح نہیں۔ پیغمبر ﷺ نے تینوں کا نام رکھا ہے ''دین'' لِيُعَلِّمَكُمْ دِيْنَكُمْ اَب جو تحریک یہ کہے کہ صرف اعمال پر محنت کرنا دین ہے یا صرف ایمان پر محنت کرنا دین ہے اعمال کے بارے میں وہ اُس نظریے پر آجائیں جو فرقۂ مُرجیہ کا عقیدہ تھا اِنَّ الْمَعْصِيَةَ لَا تَضُرُّ مَعَ الْاِيْمَانِ کہ ایمان ہو تو معصیت کوئی ضرر ہی نہیں دیتی، نہ نہ نہ۔ اِتَّقُوا النَّارَ آگ سے ڈرو وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ اَوْ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. تو یہ دین کے جو تین حصے میں نے آپ کے سامنے عرض کیے اِن تینوں کی تفصیلات میں جائیں تو اَور بہت سی شاخیں ہیں جس طرح فرمایا کہ کلمہ ایک ہے اَور اُس کی شاخیں کتنی ہیں؟ ستر سے زیادہ ہیں۔ اِن کے اندر پھر آگے باتیں پھیلتی ہیں اَور اِس کے لیے وہ لوگ مبارکبادی کے مستحق ہیں جو اُن کو حاصل کرنے کے لیے اَور سمجھنے کے لیے آٹھ دس سال لگاتے ہیں جب آٹھ دس سال لگاتے ہیں پھر اُن کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ آگے بڑھ کر تعلیم کے لیے ایک .... لیکن پیش کریں کہ سارے شعبے برحق ہیں اَور جو جو لوگ دین کا کام کر رہے ہیں سب حق ہیں دین کا کام کرنے والے کسی طبقے کے خلاف نفرت نہ پھیلائیں نفرت پھیلانے کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ **وما علینا الا البلاغ.**

گلدستۂ اَحادیث

﴿ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

چار اَشخاص جو حضور علیہ السلام کے زمانہ میں حافظِ قرآن تھے :

عَنْ اَنَسٍ قَالَ جَمَعَ الْقُرْاٰنَ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اَرْبَعَةٌ، اُبَیُّ بْنُ کَعْبٍ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَزَیْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَاَبُوْزَیْدٍ، قِیْلَ لِاَنَسٍ مَنْ اَبُوْزَیْدٍ قَالَ اَحَدُ عُمُوْمَتِیْ. (بخاری و مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص ۵۷۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ کے زمانہ میں جن چار صحابہ نے قرآن کو جمع کیا (یعنی پورا قرآن حفظ یاد کیا) وہ یہ ہیں: حضرت اُبی بن کعب، حضرت معاذ بن جبل، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابو زید (رضی اللہ عنہم)۔ حضرت انسؓ سے پوچھا گیا کہ ابوزید کون ہیں؟ آپؓ نے فرمایا میرے ایک چچا ہیں۔

ف : یہ چاروں صحابہ اَنصارِ مدینہ کے قبیلۂ خزرج سے تعلق رکھتے ہیں جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کا قبیلہ ہے، اِس اِعتبار سے کہنا چاہیے کہ حضرت انسؓ نے جو بات فرمائی ہے (کہ حضور علیہ السلام کے زمانۂ مبارک میں چار صحابۂ کرام نے پورا قرآن حفظ کیا تھا) وہ آپؓ نے اِظہارِ فخر کے طور پر فرمائی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ہمارے قبیلے کے چار آدمیوں کو پورے کلام اللہ کے حافظ ہونے کا فخر حاصل تھا، یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں حافظِ قرآن صرف چار ہی تھے کیونکہ دیگر اَحادیث مبارکہ سے بہت سارے صحابۂ کرام کا حافظِ قرآن ہونا ثابت ہوتا ہے۔

چار اَفراد جن سے علم حاصل کرنے کی حضرت معاذؓ نے وصیت فرمائی :

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ لَمَّا حَضَرَہُ الْمَوْتُ قَالَ الْتَمِسُوا الْعِلْمَ عِنْدَ اَرْبَعَةٍ عِنْدَ عُوَیْمِرٍ اَبِی الدَّرْدَاءِ ، وَعِنْدَ سَلْمَانَ ، وَعِنْدَ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ وَعِنْد عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ سَلَامٍ الَّذِیْ کَانَ یَھُوْدِیًّا فَاَسْلَمَ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ

اِنَّہٗ عَاشِرُ عَشْرَۃٍ فِی الْجَنَّۃِ ۔ (جامع ترمذی بحوالہ مشکوۃ ۵۷۹)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب اُن کی موت کا وقت قریب آیا تو آپ نے (بطور وصیت کے) فرمایا: علم چار آدمیوں سے حاصل کرو عویمر یعنی ابو درداءؓ سے، سلمان فارسیؓ سے، عبداللہ بن مسعودؓ سے اور عبداللہ بن سلامؓ سے جو پہلے یہودی تھے پھر اُنہوں نے اِسلام قبول کرلیا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اِن کے بارہ میں یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یہ جنت میں جانے والے دسویں آدمی ہوں گے۔

ف : حضرت معاذ بن جبلؓ حضور اکرم ﷺ کے جلیل القدر صحابی ہیں، عہد نبوی میں آپکا شمار اکابر فقہاء میں ہوتا تھا، خود نبی کریم ﷺ نے آپ کے فقیہ ہونے کی شہادت دی ہے چنانچہ آپ ﷺ کا اِرشاد گرامی ہے "اَعْلَمُھُمْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍؓ " ہمارے صحابہ میں حرام وحلال کے سب سے بڑے عالم معاذ بن جبلؓ ہیں۔

حضرت عمرؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں آپ کو تعلیم دین اور روایتِ حدیث کے لیے شام بھیجا تھا، وہیں آپ کا ۱۸ھ میں ۳۶ سال کی عمر میں عالم شباب میں اِنتقال ہوا۔ جب آپ کا اِنتقال ہونے لگا تو آپؓ کے شاگردوں نے آپؓ سے پوچھا کہ آپؓ کے بعد ہم کن حضرات سے علم حاصل کریں، اِس پر آپؓ نے فرمایا کہ میرے بعد ابو درداؓ ، سلمان فارسیؓ ، عبداللہ بن مسعودؓ اور عبداللہ بن سلامؓ سے علم حاصل کرنا۔ اِن چار حضرات میں سے حضرت ابو درداءؓ زبردست فقیہ بلند پایہ عالم اور نہایت اُونچے درجے کے حکیم ودانا تھے، آپ کا نام نامی عویمر کنیت ابو دردا اور لقب حکیم الامت تھا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا شمار اُن جلیل القدر صحابہ کرام میں ہوتا ہے جن کو بارگاہِ نبوی میں خصوصی تقرب حاصل تھا اور جو اپنے علم وفضل، عشق رسول، فہم وتدبر، زُہدووَرع اور تفقہ فی الدین کی بدولت صحابہ کرام کی مقدس جماعت میں امتیازی شان کے حامل تھے، آپ معمر ترین صحابی تھے ڈھائی سو برس آپ کی عمر ہوئی تھی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن صحابہ کرام میں سے ہیں جو اپنے علم وفضل کے لحاظ سے تمام دُنیائے اسلام کے امام تسلیم کیے گئے ہیں، آپ فقہ کے بانی اور مؤسس سمجھے جاتے ہیں۔ علامہ ذھبیؒ آپ

کو ''فقیہ الامت'' کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ دینِ موسوی کے بڑے فاضل تھے پھر توفیقِ خداوندی سے دین اسلام کے بڑے عالم بنے، آپ کا شرف اِس سے ظاہر ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ آپؓ کے بارے میں فرما رہے ہیں کہ آپ جنت میں جانے والے دسویں آدمی ہوں گے۔

چار اَفراد سے اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو محبت رکھنے کا حکم دیا ہے :

عَنْ بُرَیْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ تبارَكَ وَتعَالٰی اَمَرَنِیْ بِحُبِّ اَرْبَعَةٍ وَاَخْبَرَنِیْ اَنَّهٗ یُحِبُّهُمْ قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ سَمِّهِمْ لَنَا قَالَ عَلِیٌّ مِّنْهُمْ یَقُوْلُ ذَالِكَ ثَلٰثًا وَاَبُوْذَرٍّ وَالْمِقْدَادُ وَسَلْمَانُ، اَمَرَنِیْ بِحُبِّهِمْ وَاَخْبَرَنِیْ اَنَّهٗ یُحِبُّهُمْ . (جامع ترمذی بحوالہ مشکوۃ ص ۵۸۰)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے (خاص طور پر) چار آدمیوں سے محبت رکھنے کا حکم دیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ وہ بھی اِن چاروں سے محبت رکھتے ہیں۔ (یہ اِرشاد سن کر) صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ ہمیں بھی اِن چاروں کے نام بتا دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اِن میں سے ایک تو علیؓ ہیں یہ بات آپ نے تین مرتبہ فرمائی، دُوسرے ابوذرؓ ہیں، تیسرے مقدادؓ ہیں اور چوتھے سلمان فارسیؓ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اِن چاروں سے محبت رکھوں اور یہ بھی بتلایا ہے کہ وہ بھی اِن چاروں سے محبت رکھتے ہیں۔

ف : حدیث پاک میں یہ جو آیا ہے کہ آپ ﷺ نے تین بار فرمایا کہ اُن میں سے ایک تو علیؓ ہیں اِس کی ایک وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ آپ ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی باقی تین افراد پر فضیلت کو ظاہر کرنا چاہتے تھے اور بتلانا چاہتے تھے کہ اِن چاروں میں سے سب سے افضل علیؓ ہیں، دُوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ آپ ﷺ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے دل صاف کرنا چاہتے تھے کیونکہ امارتِ یمن کے زمانہ میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کے دل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے کچھ رنجش پیدا ہوگئی تھی۔

حضور ﷺ فتح مکہ کے موقع پرتشریف لائے تو آپ کے چار گیسو تھے :

عَنْ اُمِّ ھَانِیٍٔ قَالَتْ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعْنِیْ مَکَّۃَ وَلَہٗ اَرْبَعُ غَدَائِرَ . (جامع ترمذی ج ۱ ص ۳۰۷)

حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے موقع پر مکہ مکرمہ تشریف لائے تو آپ ﷺ کے بالوں کے چار گیسو بنے ہوئے تھے۔

چار آدمیوں کے بارہ میں سخت وعید آئی ہے :

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَرْبَعٌ حَقٌّ عَلَی اللّٰہِ اَنْ لَّایُدْخِلَھُمُ الْجَنَّۃَ وَلَا یُذِیْقَھُمْ نَعِیْمَھَا مُدْمِنُ الْخَمْرِ، وَآکِلُ الرِّبَا ، وَآکِلُ مَالِ الْیَتِیْمِ بِغَیْرِ حَقٍّ وَالْعَاقُّ لِوَالِدَیْہِ.

(مستدرك حاكم بحواله الترغيب والترهيب ج۳ ص ۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا چار اَفراد ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو حق ہے کہ نہ اُنہیں جنت میں داخل کرے اَور نہ ہی اُنہیں جنت کی نعمتوں کا مزہ چکھائے: (۱) عادی شراب خور (۲) سود خور (۳) یتیم کا مال ناحق کھانے والا (۴) والدین کا نافرمان۔

۞ ۞ ۞

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارالاقامہ (ہوسٹل) اور درسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اَجر ہے۔

ماہِ ذی الحجہ کے فضائل و اَحکام

﴿ حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب، راولپنڈی ﴾

ماہِ ذی الحجہ کی فضیلت :

اِس مبارک مہینے میں اسلام کا ایک اہم رُکن ''حج'' ادا ہوتا ہے اس لیے اِس مہینے کو ذی الحجہ (یعنی حج والا مہینہ) کہتے ہیں اور حج کے علاوہ اِس مبارک مہینے میں اسلامی تہوار ''عید الاضحیٰ'' کی شکل میں ادا کیا جاتا ہے جس میں لاکھوں بندگانِ خدا بارگاہِ خداوندی میں قربانی کا نذرانہ پیش کرتے ہیں، اس کے علاوہ یہ مہینہ عظمت وفضیلت والے مہینوں میں سے ہے جس میں عبادت کا خاص مقام ہے اور اِس مہینہ کا پہلا عشرہ تو بہت ہی فضیلت رکھتا ہے اور عرفہ (یعنی ۹/ ذی الحجہ) کے دن کی فضیلت کا تو ٹھکانا ہی نہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے :

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ط ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِیْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ'' (سُورہ توبہ آیت ۳۶)

''یقیناً شمار مہینوں کا (جو کہ) کتابِ الٰہی (یعنی احکامِ شرعیہ) میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک (معتبر ہیں) بارہ مہینے (قمری) ہیں (اور کچھ آج سے نہیں بلکہ) جس روز اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین پیدا کیے تھے (اُسی روز سے اور) اِن میں چار خاص مہینے اَدب کے ہیں (ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم، رجب) یہی (امرِ مذکور) دینِ مستقیم ہے (یعنی اِن مہینوں کا بارہ ہونا اور چار کا بالتخصیص اشھر حرم ہونا) سوتم اِن سب مہینوں کے بارے میں (دین کے خلاف کرکے جو کہ موجبِ گناہ ہے) اپنا نقصان مت کرنا۔'' (بیان القرآن ملخص)

عَنِ ابْنِ اَبِیْ بَكْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَیْئَتِهٖ یَوْمَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَلسَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِّنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ثَلٰثٌ مُّتَوَالِیَاتٌ ذُوالْقَعْدَةِ وَذُوالْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ

مُضَرَ الَّذِیْ بَیْنَ جُمَادٰی وَشَعْبَانَ (صحیح بخاری فی التفسیر وبدء الخلق والتوحید والاضاحی واللفظ لہٗ. مسلم ومسند احمد)

''حضرت ابن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے (حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے خطبہ میں) اِرشاد فرمایا کہ (اِس وقت) زمانہ گھوم پھر کر اُسی حالت پر آ گیا ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو پیدا کیا تھا (یعنی اَب اس کے دنوں اور مہینوں میں کمی زیادتی نہیں ہے جو جاہلیت کے زمانے میں مشرک کیا کرتے تھے۔ اب وہ ٹھیک ہو کر اُس طرز پر آ گئی ہے جس پر ابتداء اور اصل میں تھی لہٰذا) ایک سال بارہ مہینے کا ہوتا ہے، ان میں چار مہینے حرمت وعزت والے ہیں جن میں تین مہینے مسلسل ہیں یعنی ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم اور ایک رجب کا مہینہ ہے جو کہ جمادی الاخریٰ اور ماہ شعبان کے درمیان آتا ہے۔''

تشریح :

اس آیتِ شریفہ اور حدیث شریف سے واضح ہوا کہ اِن مہینوں کی جو ترتیب اور اِن مہینوں کے جو نام (یعنی محرم، رجب، ذیقعدہ، ذی الحجہ) اِسلام میں معروف ومشہور اور رائج ہیں وہ اِنسانوں کے اپنے بنائے ہوئے نہیں ہیں بلکہ ربُّ العالمین نے جس دن آسمان وزمین پیدا کیے تھے اُسی دن یہ ترتیب اور یہ نام اور اِن کے ساتھ خاص مہینوں کے خاص احکام بھی متعین فرما دیے تھے، اُن احکام کو اِن مہینوں کے مطابق رکھنا ہی دین مستقیم ہے اور اِن میں اپنی طرف سے کمی زیادتی اور ترمیم وتبدیلی کرنا فہم کے ٹیڑھے اور سوچ کے ناقص ہونے کی نشانی ہے اور اِن مہینوں میں اِن کے متعینہ احکام واحترام کی خلاف ورزی کرنا، اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کو چھوڑ دینا، کوئی گناہ کرنا اور عبادت میں کوتاہی کرنا اپنے اُوپر ظلم ہے۔

تمام انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں میں سال کے بارہ مہینے مانے جاتے تھے اور اُن میں سے چار مہینے ''یعنی ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب'' بڑے مبارک اور فضیلت وعظمت، ادب وشرافت، اعزاز واِکرام اور احترام والے مہینے سمجھے جاتے تھے، تمام نبیوں کی شریعتیں اِس بات پر متفق ہیں کہ اِن چار مہینوں میں ہر عبادت کا ثواب زیادہ ہوتا ہے اور اِن مہینوں میں کوئی گناہ کرے تو اُس کا وبال بھی زیادہ ہوتا ہے۔ حضور

ﷺ سے پہلی شریعتوں میں اِن مہینوں کے اَندر جہاد و قتال بھی منع تھا۔ ان چار مہینوں کو عربی زبان میں ''اَشْھُرِ حُرُمْ'' یعنی عظمت و احترام والے مہینے کہا جاتا ہے، اِن چار مہینوں کو عظمت و احترام والے مہینے دو وجہ سے کہا گیا ہے، ایک تو اِس وجہ سے کہ اِن مہینوں میں جہاد و قتال حرام تھا دُوسرے اِس وجہ سے کہ یہ مہینے عظمت و فضیلت اور اَدب و شرافت والے ہیں اِن کا احترام ضروری ہے اور ان مہینوں میں عبادت کا ثواب بھی زیادہ ملتا ہے۔ اِن دونوں میں سے پہلا حکم یعنی جہاد و قتال کا منع ہونا تو ہماری اسلامی شریعت میں منسوخ اور ختم ہو گیا اور اب اِن مہینوں میں قتال و جہاد جائز ہے اور دُوسرا حکم یعنی ادب و احترام اور عبادت کا اہتمام اب بھی اسلام میں باقی ہے۔

مفسر اعظم امام ابوبکر جصّاص رحمہ اللہ اپنی تفسیر ''احکامُ القرآن'' میں فرماتے ہیں کہ اِن بابرکت مہینوں کی خاصیت یہ ہے کہ ان میں جو شخص کوئی عبادت کرتا ہے اُس کو بقیہ مہینوں میں بھی عبادت کی توفیق اور ہمت ہوتی ہے، اسی طرح جو شخص کوشش کر کے اِن مہینوں میں اپنے آپ کو گناہوں اور بُرے کاموں سے بچا کر رکھے تو باقی سال کے مہینوں میں بھی اُس کو ان برائیوں اور گناہوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے اِس لیے ان مہینوں سے فائدہ نہ اُٹھانا ایک عظیم نقصان ہے۔ (معارف القرآن، انوار البیان بتغیر)

ایک روایت میں ہے :

سَیِّدُ الشُّھُوْرِ شَھْرُ رَمَضَانَ وَاَعْظَمُھَا حُرْمَۃً ذُوالْحِجَّۃِ (بزار، بیہقی فی شعب الایمان، الجامع الصغیر ج ۴ رقم ۴۷۴۹)

''تمام مہینوں کا سردار رمضان کا مہینہ ہے اور تمام مہینوں میں زیادہ معظم و مکرم ذوالحجہ کا مہینہ ہے۔''

لہٰذا ذی الحجہ کے بابرکت مہینے کی قدر کرتے ہوئے گناہوں سے بچنے اور نیکی و تقوی کا اہتمام کرنا چاہیے۔ گزشتہ تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ ذی الحجہ کا مہینہ عظمت و شرافت والے مہینوں میں سے ہے جن کو عربی میں حرمت والے مہینے کہا جاتا ہے اور اِن مہینوں میں عبادت و طاعت کی خاص فضیلت اسلام میں اب بھی باقی ہے اور روزہ بھی عبادت و طاعت میں داخل ہے، اس نقطۂ نظر سے اس مہینہ میں روزہ رکھنا بھی باعث فضیلت ہے اور حرمت والے مہینوں میں روزے رکھنے کا بطورِ خاص بعض احادیث میں ذکر بھی ملتا ہے، نیز بعض محدثین

وفقہاء کرام کی تصریحات سے بھی حرمت والے مہینوں میں روزے رکھنے کا مستحب ومندوب ہونا ثابت ہے۔

ذی الحجہ کے پہلے عشرہ کی فضیلت :

ویسے تو ذی الحجہ کا پورا مہینہ ہی اپنی ذات میں خیر و برکت والا مہینہ ہے لیکن اس مہینہ کا پہلا عشرہ خصوصیت کے ساتھ مزید فضیلت کا حامل ہے۔قرآن پاک میں ہے :

وَالْفَجْرِ o وَلَيَالٍ عَشْرٍ o وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ o (سُورۂ فجر)

''قسم ہے فجر (کے وقت) کی اور (ذی الحجہ کی) دس راتوں (یعنی دس تاریخوں) کی (کہ وہ نہایت فضیلت والی ہیں كَذَا فُسِّرَ فِي الْحَدِيْثِ) اور جفت کی اور طاق کی (جفت سے مراد دسویں تاریخ ذی الحجہ کی اور طاق سے نویں تاریخ)۔'' (بیان القرآن)

تشریح : اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کئی چیزوں کی قسمیں کھائی ہیں اور اللہ تعالیٰ کا کسی چیز کی قسم کھانے سے یقینی طور پر اُس چیز کا عظمت وفضیلت والی چیز ہونا ثابت ہوتا ہے۔

پہلی چیز جس کی قسم کھائی گئی " فَجْر" یعنی صبح صادق کا وقت ہے۔ہوسکتا ہے کہ اِس سے مراد ہر روز کی صبح ہو کہ وہ عالم میں ایک عظیم اِنقلاب لاتی ہے اور حق تعالیٰ شانہٗ کی قدرتِ کاملہ کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اِس سے کسی خاص دن کی فجر مراد ہو۔بعض مفسرین حضرات نے اِس سے خاص دس ذی الحجہ کی صبح مراد لی ہے، حضرت مجاہد اور حضرت عکرمہ رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔اور حضرت ابن عباسؓ سے بھی ایک روایت میں یہ قول منقول ہے۔حضرت امام قرطبی رحمہ اللہ نے اِس تاریخ کے خاص ہونے کی ایک علمی وجہ بھی لکھی ہے جس کے مطابق دس ذی الحجہ کی صبح دُنیا کے تمام دنوں میں ایک خاص شان رکھتی ہے۔

دُوسری چیز جس کی قسم کھائی گئی ہے وہ" وَلَيَالٍ عَشْرٍ" دس راتیں ہیں۔ جمہور مفسرین ائمہ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت قتادہ، حضرت مجاہد، حضرت سُدّی، حضرت ضحاک، حضرت کلبی رحمہم اللہ کے نزدیک اِن دس راتوں سے مراد ذی الحجہ کی ابتدائی دس راتیں ہیں کیونکہ حدیث میں اِن کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ ابوزبیرؒ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے اِن دس راتوں کی تفسیر میں فرمایا کہ اِس سے مراد ذی الحجہ کا پہلا عشرہ ہے۔حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ دس راتیں وہی ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں آئی ہیں وَاَتْمَمْنَاهَا بِعَشْرٍ (سورہ اعراف آیت ۱۴۲) کیونکہ یہی دس

راتیں سال کے ایام میں افضل ہیں۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث سے ذی الحجہ کے پہلے عشرہ کا تمام دنوں میں افضل ہونا معلوم ہوا اور اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے بھی یہی دس راتیں ذی الحجہ کی مقرر کی گئی تھیں۔

تیسری اور چوتھی چیز جس کی قسم کھائی گئی ہے " وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ " ہے۔" شفع "کے لغوی معنی جوڑ کے ہیں جس کو اُردو میں جفت کہتے ہیں اور " وتر "کے معنی طاق اور فرد کے ہیں۔ قرآن کریم کے الفاظ میں یہ متعین نہیں کہ اس جفت اور طاق سے کیا مراد ہے اِس لیے ائمہ تفسیر کے اقوال اِس میں بے شمار ہیں مگر خود مرفوع حدیث جو ابوزُبیرؒ نے حضرت جابرؓ سے روایت کی ہے اُس کے الفاظ یہ ہیں :

(وَالْفَجْرِ o وَلَيَالٍ عَشْرٍ) قَالَ هُوَ الصُّبْحُ وَعَشْرُ النَّحْرِ وَالْوَتْرُ يَوْمُ عَرَفَةَ وَالشَّفْعُ يَوْمُ النَّحْرِ . (قرطبی ج ۲۰ ص ۳۹)

''یعنی رسول اللہ ﷺ نے وَالْفَجْرِ o وَلَيَالٍ عَشْرٍ کے متعلق فرمایا کہ ''فجر'' سے مراد ''صبح'' اور ''عشر'' سے مراد ''عشرہ نحر'' ہے (اور یہ عشرہ ذی الحجہ کا پہلا ہی عشرہ ہوسکتا ہے جس میں یومِ نحر یعنی ۱۰رذی الحجہ شامل ہے) اور فرمایا کہ ''وتر'' سے مراد عرفہ کا دن اور ''شفع'' سے مراد یومِ نحر (دسویں ذی الحجہ) ہے۔''

امام قرطبی رحمہ اللہ نے اِس روایت کو نقل کر کے فرمایا کہ یہ اسناد کے اعتبار سے زیادہ صحیح ہے بہ نسبت دُوسری حدیث کے (معارف القرآن بتغیر)۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " مَا مِنْ اَيَّامٍ اَلْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيْهَا اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ مِنْ هٰذِهِ الْاَيَّامِ" يَعْنِىْ اَيَّامَ الْعَشْرِ، قَالَ قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَاالْجِهَادُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ؟ قَالَ: "وَلَاالْجِهَادُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِلَّا رَجُلًا خَرَجَ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ، ثُمَّ لَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذٰلِكَ بِشَيْءٍ" (صحیح بخاری ، ابوداؤد ، ترمذی ، ابن ماجہ ، دارمی و مسند احمد ، الترغیب والترهیب ج ۲ ص ۱۲۷)

''حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

''کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ جس میں نیک عمل اللہ تعالیٰ کے یہاں اِن (ذی الحجہ کے) دس دنوں کے نیک عمل سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہو''۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا یہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے سے بھی بڑھ کر ہے؟ آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا ''اللہ کے راستے میں جہاد کرنے سے بھی بڑھ کر ہے مگر وہ شخص جو جان اور مال لے کر اللہ کے راستے میں نکلے پھر اُن میں سے کوئی چیز بھی واپس لے کر نہ آئے'' (سب اللہ کے راستے میں قربان کردے اور شہید ہوجائے یہ اِن دِنوں کے نیک عمل سے بھی بڑھ کر ہے)۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ '' مَا مِنْ اَیَّامٍ اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰہِ وَلَا اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ مِنَ الْعَمَلِ فِیْھِنَّ مِنْ ھٰذِہِ الْاَیَّامِ الْعَشْرِ فَاَکْثِرُوْا فِیْھِنَّ مِنَ التَّھْلِیْلِ وَالتَّکْبِیْرِ وَالتَّحْمِیْدِ''. (بیھقی ، مسند امام احمد ص ۱۶۸ ج ۲۰)

وَفِیْ رِوَایَۃٍ '' مَا مِنْ اَیَّامٍ اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰہِ وَلَا اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ الْعَمَلُ فِیْھِنَّ مِنْ اَیَّامِ الْعَشْرِ فَاَکْثِرُوْا فِیْھِنَّ مِنَ التَّسْبِیْحِ وَالتَّحْمِیْدِ وَالتَّھْلِیْلِ وَالتَّکْبِیْرِ'' (طبرانی فی الکبیر). (الترغیب ج ۲ ص ۱۲۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے یہاں اِن (ذی الحجہ کے) دس دنوں کی عبادت سے بڑھ کر عظیم اور محبوب تر کوئی عبادت نہیں لہٰذا اِن میں لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کثرت سے پڑھا کرو'' اور ایک روایت میں سُبْحَانَ اللّٰہِ کا ذکر بھی ہے۔

مذکورہ آیت کی تفسیر اور حدیثوں سے معلوم ہوا کہ ذی الحجہ کے مہینہ کے پہلے دس دنوں کی بڑی فضیلت اور اہمیت ہے۔ دراصل یہ عشرہ حج کا عشرہ ہے اور اِن دنوں کا خاص عمل حج ہے لیکن حج مکہ معظّمہ جا کر ہی ہوسکتا ہے پس جو لوگ وہاں نہیں جا سکتے اُن کو اپنی جگہ رہتے ہوئے اِن دنوں میں خاص فضیلت عطا کردی گئی ہے لہٰذا اِن مبارک دِنوں میں غیر ضروری تعلقات سے ہٹ کر اللہ جل شانہٗ کی عبادت اور اطاعت بہت

لگن اور توجہ کے ساتھ کرنی چاہیے اور ہمہ تن اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہنا اور ذکر وفکر، تسبیح وتلاوت، صدقہ، خیرات اور نیک اعمال میں کچھ نہ کچھ اضافہ کرنا اور گناہوں سے بچنا چاہیے نیز روزوں کا بھی جہاں تک ہو سکے اہتمام کرنا چاہیے۔

۹؍ذی الحجہ کے روزہ کے فضائل واحکام :

احادیث میں ۹؍ذی الحجہ کے روزے کی بیش بہا فضیلت بیان کی گئی ہے، ایک روایت میں ہے :

عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَنْ صَوْمِ یَوْمِ عَرَفَۃَ قَالَ " یُکَفِّرُ السَّنَۃَ الْمَاضِیَۃَ وَالْبَاقِیَۃَ " (مسلم، مسند احمد، الترغیب و الترھیب ج ۲ ص ٦٧ تا ٦٩)

''حضرت ابوقتادۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عرفہ (یعنی ۹؍ذی الحجہ) کے روزہ کے بارے میں پوچھا گیا آپ ﷺ نے فرمایا (۹؍ذی الحجہ کا روزہ رکھنا) ایک سال گزشتہ اور ایک سال آئندہ کے گناہوں کا کفارہ ہے۔''

تشریح : گناہوں کی دو قسمیں ہیں ایک کبیرہ (بڑے) گناہ دُوسرے صغیرہ (چھوٹے) گناہ، حدیث میں جن گناہوں کی بخشش کا ذکر ہے اُن سے صغیرہ گناہ مراد ہیں مگر صغیرہ گناہوں کی معافی بھی کوئی معمولی نعمت نہیں اور کبیرہ گناہوں کے بارے میں اصولی وتحقیقی بات یہ ہے کہ وہ بغیر توبہ وندامت کے معاف نہیں ہوتے (البتہ اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ رحمت کا معاملہ فرمادیں تو الگ بات ہے) اور حقوق العباد حق ادا کیے بغیر یا صاحبِ حق کے معاف کیے بغیر معاف نہیں ہوتے (معارف القرآن ج ۲، سورہ نساء آیت ۳۱) اور سچی توبہ کے تین رُکن ہیں (۱) اوّل یہ کہ اپنے کیے پر ندامت اور شرمساری کا ہونا، حدیث میں اِرشاد ہے: اِنَّ التَّوْبَۃَ مِنَ الذَّنْبِ اَلنَّدَمُ یعنی گناہ سے توبہ ندامت کا نام ہے (۲) دُوسرا رُکن توبہ کا یہ ہے کہ جو گناہ کیا ہے اُس کو فورًا چھوڑ دے اور آئندہ بھی اُس سے باز رہنے کا پختہ عزم واِرادہ کرے (۳) تیسرا رکن یہ ہے کہ فوت شدہ چیزوں کی تلافی کی فکر کرے یعنی جو گناہ سرزد ہو چکا ہے اُس کی جتنی تلافی اُس کے قبضہ میں ہے اُس کو پورا کرے خواہ وہ اللہ کے حقوق ہوں جیسے قضاء نمازیں، روزے، زکوٰۃ، حج، قربانی، صدقۂ فطر، قسم کا کفارہ، جائز منت وغیرہ اِن کو حسبِ قدرت ادا کرے فوت شدہ نمازوں اور روزوں وغیرہ کی صحیح تعداد یاد نہ ہو تو غور وفکر

سے کام لے کر ایک اَندازہ متعین کرے پھر اُن کی قضاء کرے اور ادائیگی کا پورا اہتمام کرے، بیک وقت نہیں کر سکتا تو جتنا ہو سکے تھوڑا تھوڑا کر کے ادا کرے۔ اور خواہ بندوں کے حقوق ہوں جیسے قرض، میراث، کسی بھی قسم کا جانی و مالی نقصان اور ایذاء رسانی وغیرہ اُن کو ممکنہ حد تک ادا کرنے کی کوشش کرے یا حقدار سے معافی حاصل کرے۔ (معارف القرآن ج ۲، سُورہ نساء آیت ۱۸)

☆ عرفہ کے دن کی فضیلت ہر شخص کو اُس ملک کی تاریخ کے اعتبار سے حاصل ہوگی جس ملک میں وہ شخص موجود ہے پس جو شخص کسی ایسے ملک میں ہے کہ وہاں کی تاریخ سعودی عرب سے ایک دن پیچھے ہے تو اُس ملک والے کے لیے سعودی عرب کی تاریخ کا اعتبار نہ ہوگا کہ سعودیہ میں دس ذی الحجہ یعنی بقرعید کا دن ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ عید الاضحیٰ ہر شخص اپنے ملک کی تاریخ کے اعتبار سے کرے گا، اسی طرح عرفہ بھی عید الاضحیٰ سے ایک دن پہلے شمار ہوگا۔

☆ بعض لوگ عرفہ کے دن کسی ایک مقام پر اکٹھے اور جمع ہونے کو ثواب سمجھتے ہیں اور عرفات میں حاجیوں کے اجتماع کی مشابہت اختیار کرتے ہیں، اِس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں بلکہ بے بنیاد اور من گھڑت بات ہے لہٰذا اِس سے پرہیز کرنا چاہیے۔ (ہدایہ، فتح القدیر)

☆ حجاجِ کرام کے حق میں عرفات میں عرفہ کے دن کا روزہ عام حالات میں مکروہ ہے تاکہ ضعف کی وجہ سے وقوفِ عرفات کے اعمال میں کمی واقع نہ ہو اور غروب ہوتے ہی مزدلفہ کی طرف چلنا آسان رہے، البتہ جس حاجی کو اپنے بارے میں یقین ہو کہ روزہ رکھنے سے وقوفِ عرفات اور دُعائیں وغیرہ مانگنے اور سورج غروب ہونے کے فوراً بعد مزدلفہ روانگی میں کوئی خلل نہ ہوگا اُس کے لیے مکروہ نہیں بلکہ یہ روزہ اُس کے حق میں بھی مستحب ہوگا۔ (معارف السنن ج ۶ ص ۱۰۸، ۱۰۹۔ درس ترمذی ج ۲ ص ۵۸۸، ۵۸۹)

تکبیرِ تشریق (۹ تا ۱۳ ذی الحجہ) :

جیسا کہ پہلے گزر چکا کہ ذی الحجہ کا پورا مہینہ ہی عبادت و فضیلت والا مہینہ ہے اور اِس مہینہ کا پہلا عشرہ خاص طور پر فضیلت رکھتا ہے اِس میں عبادت، ذکر (تکبیر، تہلیل اور حمد یعنی اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وغیرہ) کی کثرت کرنی چاہیے پھر اِس میں بھی ۹ ر تاریخ سے لے کر ۱۳ ر تاریخ تک پانچ دنوں میں تکبیرِ تشریق کی خاص تاکید اور فضیلت ہے، ان پانچ دنوں میں حجاج کرام کو بھی ذکر کی خاص تاکید کی گئی ہے

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدَاتٍ (سورہ بقرہ آیت ۲۰۳) یعنی ''اور اللہ کو یاد کرو گنتی کے چند دنوں میں''۔ اِن چند دنوں سے مراد ایام تشریق ہیں جن میں ہر نماز کے بعد تکبیر کہنا واجب ہے (معارف القرآن، انوار البیان وغیرہ) حضرت عمر بن خطاب اور حضرت علی رضی اللہ عنہما وغیرہ سے اِن دنوں میں تکبیر تشریق پڑھنا منقول ہے۔

یہ تکبیر '' اَللّٰهُ اَكْبَرْ اَللّٰهُ اَكْبَرْ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرْ اَللّٰهُ اَكْبَرْ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ ''
نویں ذی الحجہ کی فجر سے تیرہویں ذی الحجہ کی عصر تک ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ پڑھنا واجب ہے۔

تکبیر تشریق کی حکمت :

اِن دنوں میں تکبیرِ تشریق کہنے کی حکمت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور عظمت دلوں میں پختہ ہو، جس ذات کی دل میں عظمت ہوتی ہے آدمی اُس کے ہر حکم کی تعمیل کرتا ہے بلکہ اُس کے اِشاروں پر چلتا اور اُس کی چاہت کو مدنظر رکھ کر عمل کرتا ہے۔ بار بار مسلمانوں کو اِس طرف متوجہ کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کو دلوں میں بٹھائیں، اللہ تعالیٰ کے احکام کے مقابلے میں نفس وشیطان، رشتہ دار، دوست واحباب کسی کی بات نہ مانیں، عظمت و کبریائی صرف اللہ کے لیے ہے، اُسی کی اطاعت کریں، اُس کی اطاعت میں آنے والی ہر رُکاوٹ کا مقابلہ کریں۔ یہ حقیقت پیش نظر رکھ کر یہ تکبیرات کہنا چاہیے، پھر اپنا جائزہ لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت ومحبت دل میں پیدا ہورہی ہے یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوٹ رہی ہے یا نہیں؟ اور آخرت کی فکر دل میں پیدا ہورہی ہے یا دن بدن دُنیا کی ہوس اور محبت میں اضافہ ہورہا ہے؟

حج وقربانی : ماہِ ذی الحجہ کی خاص عبادت :

ذی الحجہ کے مہینے کی اِس سے بڑی اور کیا فضیلت ہوگی کہ دو اہم عبادتیں جو سال بھر کے دُوسرے دنوں میں انجام نہیں دی جاسکتیں، اُن کو انجام دینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اِس مہینے کو منتخب فرمایا۔ یہ دو عبادتیں ایسی ہیں کہ اِن اوقات کے علاوہ دُوسرے اوقات میں اگر اِن عبادتوں کو کیا جائے گا تو وہ عبادت ہی نہیں شمار ہوں گی۔

ان میں سے ایک عبادت ''حج'' ہے۔ یہ ایسی عبادت ہے جو اِن دنوں کے علاوہ دُوسرے دِنوں میں انجام نہیں دی جاسکتی۔ حج کے ارکان مثلاً عرفات میں جاکر ٹھہرنا، مزدلفہ میں رات گزارنا، جمرات کی رمی کرنا

وغیرہ یہ ارکان واعمال ایسے ہیں کہ اگر اِنہی دِنوں میں انجام دیا جائے تو عبادت ہے اور دِنوں میں اگر کوئی شخص عرفات میں دس دن ٹھہرے تو یہ کوئی عبادت نہیں۔ جمرات سال بھر کے بارہ مہینے تک منیٰ میں کھڑے ہیں لیکن دُوسرے دِنوں میں کوئی شخص جا کر اِن کو کنکریاں مار دے تو یہ کوئی عبادت نہیں۔ تو حج جیسی اہم عبادت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اِن ہی دِنوں کو مقرر فرما دیا ہے کہ اگر بیت اللہ کا حج اِن دِنوں میں انجام دو گے تو عبادت ہوگی اور اُس پر ثواب ملے گا ورنہ نہیں۔ لیکن دُوسری عبادتیں مثلاً پانچ وقت کی نماز اِنسانی فرائض میں سے ہے مگر جب چاہے نفل نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔ رمضان میں روزہ فرض ہے مگر نفلی روزہ جب چاہے رکھیں۔ زکوٰۃ سال میں ایک مرتبہ فرض ہے مگر نفلی صدقہ جب چاہے اَدا کریں۔

حج کے فضائل :

ذی الحجہ کے مہینہ کی پہلی خاص اور اہم عبادت حج ہے۔ لٰہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حج سے متعلق بھی چند باتیں پیش کردی جائیں۔

''حج'' اِسلام کا اہم رُکن اور فریضہ :

اِسلام کے پانچ ارکان میں سے آخری اور تکمیلی رُکن بیت اللہ کا حج ہے۔ ''حج'' اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین عبادت ہے اور تمام انبیائے کرام علیہم السلام اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا شِعار ہے۔ بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت آدم اور تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے خانہ کعبہ کا حج کیا ہے اور کوئی پیغمبر ایسا نہیں ہوا جس نے حج نہ کیا ہو۔ (عمدۃ الفقہ بتغیر)

حج کے فرض ہونے کا حکم راجح قول کے مطابق ۹ ہجری میں آتا ہے اور اِس سے ایک سال بعد یعنی اگلے سال ۱۰ ہجری میں آپ ﷺ نے وصال سے تین مہینے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی بہت بڑی جماعت کے ساتھ حج فرمایا جو '' حَجَّةُ الْوِدَاعِ '' کے نام سے مشہور ہے۔

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ شَهَادَةِ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ وَحَجِّ الْبَيْتِ . (بخارى فى الايمان والتفسير، مسلم فى الايمان، ترمذى فى الايمان ونسائى فى الايمان) .

''رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا ''اِسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر قائم کی گئی ہے، ایک اِس حقیقت کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود (عبادت اور بندگی کے لائق) نہیں اور محمد (ﷺ) اُس کے بندے اور اُس کے رسول ہیں، دُوسرے نماز قائم کرنا، تیسرے زکٰوۃ ادا کرنا، چوتھے حج کرنا، پانچویں رمضان کے روزے رکھنا۔''

فائدہ : اِس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر نماز، زکٰوۃ، روزہ سب کرتا ہو مگر حج فرض نہ کیا ہو تو اُس کی نجات کے لیے کافی نہیں۔ (''حیاۃ المسلمین'' اَز حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

حج کس پر فرض ہے ؟

ہر مسلمان صاحبِ استطاعت پر حج کرنا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے :

وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا ط وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ . (سورہ آل عمران آیت ۹۷)

''اللہ تعالیٰ کی (رضا) کے واسطے بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے اُن لوگوں پر جو اُس تک جانے کی استطاعت رکھتے ہوں اور جو شخص (اللہ تعالیٰ) کا حکم نہ مانے تو (اللہ تعالیٰ کا اِس میں کیا نقصان ہے) اللہ تعالیٰ تو تمام جہان والوں سے بے نیاز ہے۔''

تشریح : اس میں وہ شخص تو داخل ہے ہی جو صراحتًا حج کے فریضہ کا منکر ہو، حج کو فرض نہ سمجھے، اُس کا دائرہ اسلام سے خارج اور کافر ہونا ظاہر ہے، اس لیے '' وَمَنْ کَفَرَ '' کا لفظ اس پر صراحتًا صادق ہے اور جو شخص عقیدہ کے طور پر فرض سمجھتا ہے لیکن باوجود استطاعت وقدرت کے حج نہیں کرتا وہ بھی ایک حیثیت سے منکر ہی ہے، اُس پر لفظ '' وَمَنْ کَفَرَ '' کا اطلاق تہدید وتاکید کے لیے ہے کہ یہ شخص کافروں جیسے عمل میں مبتلا ہے جیسے کافر ومنکر حج نہیں کرتے یہ بھی ایسا ہی ہے۔ اِسی لیے فقہائے کرامؒ نے فرمایا کہ آیت کے اس جملہ میں اُن لوگوں کے لیے سخت وعید ہے جو باوجود قدرت واستطاعت کے حج نہیں کرتے کہ وہ اپنے اِس عمل سے کافروں کی طرح ہوگئے کیونکہ اس آیت میں استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے والوں کے رویّہ کو '' وَمَنْ کَفَرَ '' کے لفظ سے بیان کیا ہے اور ''فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ '' کی وعید سنائی گئی، اس کا مطلب یہی ہوا کہ ایسے ناشکرے اور نافرمان جو کچھ بھی کریں اور جس حال میں مریں اللہ کو اُن کی کوئی پرواہ نہیں۔ (معارف القرآن ج ۲ ص ۱۲۲)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا یُوْجِبُ الْحَجَّ قَالَ اَلزَّادُ وَالرَّاحِلَۃُ (ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُس نے پوچھا کہ کیا چیز حج کو واجب کر دیتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا سفر کا سامان اور سواری۔

قرآن مجید کی مذکورہ آیت میں حج فرض ہونے کی شرط بتائی گئی ہے کہ حج اُن لوگوں پر فرض ہے جو سفر کر کے مکہ معظّمہ تک پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہوں، ایک سوال کرنے والے صحابیؓ نے اِس استطاعت کی وضاحت چاہی تو آپ ﷺ نے مختصراً اِس کے بارے میں فرمایا کہ ایک تو سواری کا انتظام ہو جس پر مکہ معظّمہ تک سفر کیا جا سکے (خواہ اپنی ہو یا کرایہ کی) اور اِس کے علاوہ کھانے پینے جیسی ضروریات کے لیے اِتنا سرمایہ ہو جو اِس سفر کے زمانہ میں گزارے کے لیے کافی ہو۔ فقہائے کرامؒ نے آیات واحادیث میں غور فرما کر استطاعت کی ایسی وضاحت فرمادی ہے کہ اِس کی روشنی میں ہر شخص اپنے اُوپر حج فرض ہونے کا فیصلہ آسانی سے کر سکتا ہے، آپ بھی اِس میں غور کر کے اپنے اُوپر حج فرض ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ کر لیجیے۔

حج کی استطاعت کا مطلب :

حج فرض ہونے میں جس قُدرت اور استطاعت کی ضرورت ہے اُس کا مطلب یہ ہے :

''جس مسلمان، عاقل، بالغ، صحت مند، غیر معذور کے پاس اُس کی اصلی اور بنیادی ضروریات سے زائد اور فاضل اِتنا مال ہو جس سے وہ بیت اللہ تک آنے جانے اور وہاں کے قیام وطعام کا خرچ برداشت کر سکے اور اپنی واپسی تک اُن اہل وعیال کے خرچ کا انتظام بھی کر سکے جن کا نان ونفقہ اُس کے ذمہ واجب ہے اور راستہ بھی مامون (امن والا) ہو تو ہر ایسے مسلمان پر حج فرض ہے۔ عورت کے لیے چونکہ بغیر محرم کے سفر کرنا شرعًا جائز نہیں اِس لیے وہ حج پر اُس وقت قادر سمجھی جائی گی جب اُس کے ساتھ کوئی شرعی محرم حج کرنے والا ہو، خواہ محرم اپنے خرچ سے حج کر رہا ہو یا عورت اُس کے سفر کا خرچ بھی برداشت کرے۔'' (معارف القرآن جلد۲ ص۱۲۲)

قربانی کے فضائل :

اِس مہینے کی دُوسری خاص عبادت ''قربانی'' ہے۔ قربانی کے لیے اللہ تعالیٰ نے ذی الحجہ کے تین دن (یعنی دس، گیارہ اور بارہ تاریخ) مقرر فرما دیے ہیں۔ اِن دنوں کے علاوہ اگر کوئی شخص قربانی کی عبادت کرنا چاہے تو نہیں کرسکتا۔ یہاں تک کہ اگر کسی نے قربانی کا جانور متعین کیا ہوا تھا لیکن اُس کی قربانی نہیں کی اور یہ تین دن گزر گئے، تب بھی اُس جانور کو ذبح کرنا جائز نہیں بلکہ اُس کو زندہ صدقہ کرنا ضروری ہے۔

کئی احادیث میں قربانی کے فضائل آئے ہیں، ایک حدیث میں اس کی فضیلت یوں بیان کی گئی ہے:

''مَا عَمِلَ آدَمِیٌّ مِنْ عَمَلٍ یَّوْمَ النَّحْرِ اَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ اِھْرَاقِ الدَّمِ ، اِنَّھَا لَتَأْتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بِقُرُوْنِھَا وَاَشْعَارِھَا وَاَظْلَافِھَا، وَاِنَّ الدَّمَ لَیَقَعُ مِنَ اللّٰہِ بِمَکَانٍ قَبْلَ اَنْ یَّقَعَ مِنَ الْاَرْضِ فَطِیْبُوْا بِھَا نَفْسًا '' (رواہ الترمذی و ابن ماجہ فی الاضاحی، الترغیب و الترھیب ج ۲ ص ۹۹)

رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ بقرعید کی دس تاریخ کو کوئی نیک عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کا خون بہانے سے بڑھ کر محبوب اور پسندیدہ نہیں اور قیامت کے دن قربانی کا جانور اپنے بالوں، سینگوں اور کھروں کو لے کر آئے گا (اور یہ چیزیں عظیم ثواب ملنے کا ذریعہ بنیں گی) اور فرمایا کہ قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبولیت حاصل کرلیتا ہے لٰہذا تم خوش دِلی کے ساتھ قربانی کیا کرو۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

فائدہ : اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دس ذی الحجہ کے دِن قربانی کرنے سے جو فضیلت حاصل ہوسکتی ہے وہ اِس کے مقابلہ میں کسی دُوسرے عمل سے حاصل نہیں ہوسکتی۔ اسی لیے اگر کوئی شخص مثلاً پانچ ہزار روپیہ قربانی کرنے پر خرچ کرتا ہے اور دُوسرا شخص قربانی کے بجائے پچاس ہزار روپیہ صدقہ کرتا ہے تب بھی قربانی کرنے والے کو زیادہ فضیلت حاصل ہوگی۔

ایک روایت میں ہے :

مَا اُنْفِقَتِ الْوَرِقُ فِیْ شَیْءٍ اَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ نَّحْرٍ یُّنْحَرُ فِیْ یَوْمِ عِیْدٍ (رواہ الطبرانی فی الکبیر و الاصبھانی، الترغیب و الترھیب ج ۲ ص ۱۰۰)

''عید کے دن قربانی کا جانور ذبح کرنے کے لیے پیسے خرچ کرنا اللہ تعالیٰ کے یہاں اور چیزوں میں خرچ کرنے سے زیادہ افضل ہے۔''

ایک اور روایت میں ہے :

قَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا ھٰذِہِ الْاَضَاحِیُ؟ قَالَ '' سُنَّۃُ اَبِیْکُمْ اِبْرَاھِیْمَ صَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَامُہٗ '' قَالُوْا فَمَالَنَا فِیْھَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ ''بِکُلِّ شَعْرَۃٍ حَسَنَۃٌ '' قَالُوْا فَالصُّوْفُ قَالَ ''بِکُلِّ شَعْرَۃٍ مِّنَ الصُّوْفِ حَسَنَۃٌ''(رواہ ابن ماجہ والحاکم،الترغیب والترھیب ج ۲ ص ۹۹)

''ایک مرتبہ حضرات صحابہؓ نے سوال کیا یارسول اللہ! اِن قربانیوں کی کیا حقیقت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ طریقہ ہمارے باپ ابراہیم علیہ السلام سے جاری ہوا ہے اور یہ اُن کا طریقہ چلا آرہا ہے (جس کی اتباع کا ہم کو حکم دیا گیا ہے) صحابہؓ نے عرض کیا ہم کو اِن میں کیا ملتا ہے؟ فرمایا ''ہر بال کے بدلہ ایک نیکی''! عرض کیا اُون والے جانور یعنی بھیڑ دنبہ کے ذبح پر کیا ملتا ہے؟ فرمایا ''اُون میں سے ہر بال کے بدلہ ایک نیکی ملتی ہے۔''

فائدہ : ایک روایت میں ہے کہ قربانی کے ذبح ہونے کے وقت زمین پر پہلا قطرہ گرنے سے قربانی کرنے والے کے گزشتہ (صغیرہ گناہ) معاف کردیے جاتے ہیں (بزار، ترغیب ترہیب ج۲ص۱۰۰)۔ ایک اور روایت میں ہے کہ قربانی کا خون بظاہر اگرچہ زمین پر گرتا ہے لیکن درحقیقت وہ اللہ عزوجل کی حفاظت اور نگہبانی میں داخل ہوجاتا ہے (ترغیب ترہیب ج۲ص۱۰۰بحوالہ طبرانی فی الاوسط)۔ ایک روایت میں ہے کہ جو شخص خوش دلی اور اخلاص کے ساتھ اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے قربانی کرتا ہے تو یہ قربانی اُس کے لیے آگ (یعنی دوزخ سے) آڑ بن جاتی ہے۔ (ترغیب ترہیب ج۲ص۱۰۰بحوالہ طبرانی فی الکبیر)

دینی مسائل

﴿ طلاق دینے کا بیان ﴾

طلاق دینے کا بیان :

الفاظ کے اِعتبار سے طلاق دینے کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ طلاقِ صریح :

وہ یہ ہے کہ شوہر ایسے لفظوں سے طلاق دے جن سے عام طور سے صرف طلاق کا معنی ہی سمجھا جاتا ہو کوئی اور معنی نہ نکلتا ہو مثلاً یوں کہے میں نے تجھے طلاق دی یا کہے میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی۔ غرض اِس میں شوہر کی نیت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ پھر صریح دو قسم کی ہوتی ہے اگر رجعی طلاق پڑتی ہو تو صریح رجعی اور اگر بائن طلاق پڑتی ہو تو صریح بائن۔

مسئلہ : اگر صاف صاف لفظوں میں طلاق دی تو زبان سے نکلتے ہی طلاق پڑ گئی چاہے طلاق دینے کی نیت ہو چاہے نہ ہو بلکہ ہنسی اور دِل لگی میں کہا ہو، ہر طرح ہوگئی۔ اور صاف لفظوں میں ایک یا دو طلاق دینے سے تیسری قسم کی طلاق پڑتی ہے یعنی عدت کے ختم ہونے تک اُس کے رکھنے نہ رکھنے کا اِختیار ہے اور ایک مرتبہ کہنے سے ایک ہی طلاق پڑے گی نہ دو پڑیں گی نہ تین۔ البتہ اگر تین دفعہ کہے یا یوں کہے تجھ کو تین طلاقیں دیں تو تین طلاقیں پڑیں گی جو طلاقِ مغلظہ ہو جاتی ہے۔

مسئلہ : کسی نے یوں کہا کہ تجھ کو تین طلاق دے دُوں گا تو اِس سے طلاق نہیں ہوئی۔ اِسی طرح اگر کسی بات پر یوں کہا کہ اگر فلانا کام کرے گی تو طلاق دے دُوں گا تب بھی طلاق نہیں ہوتی چاہے وہ کام کرے چاہے نہ کرے۔

مسئلہ : کسی نے اپنی بیوی کو " طلاقن" کہہ کر پکارا تب بھی طلاق پڑ گئی اگرچہ ہنسی مذاق میں کہا ہو۔ یہ اُس صورت میں ہے جب اُس عورت کا یہ پہلا نکاح ہو یا دُوسرا نکاح ہو اور اُس کے پہلے شوہر نے طلاق نہ دی ہو اور اگر اُس عورت کو اُس کے پہلے شوہر نے طلاق دی ہو اور اِسی نیت سے اَب اِس شوہر نے اُس کو " طلاقن" کہہ کر پکارا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے طلاق دینے کی نیت سے " طلاقن" نہیں کہا بلکہ پہلے شوہر

کے طلاق دینے کی وجہ سے اِس کو'' طلاقن'' کہا ہے تو اُس کے قول کا اِعتبار ہوگا۔

مسئلہ : کسی نے بجائے طلاق کے تلاک یا طلاک یا تلاغ یا طلاغ تلفظ کہا تو اِس سے طلاق واقع ہوجاتی ہے۔

مسئلہ : کسی سے پوچھا گیا کہ کیا تو نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے اور وہ جواب میں کہے کہ ہاں یا کہے کیوں نہیں تو طلاق پڑ گئی۔

مسئلہ : شوہر اگر یوں کہے کہ مجھ پر طلاق ہے تو اِس سے بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے۔

مسئلہ : اگر یوں کہے تجھے لمبی چوڑی طلاق ہے یا تجھے غلیظ یا شدید طلاق ہے وغیرہ تو اِس سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔ البتہ اگر اِس طرح کہا تجھے یہاں سے مکہ تک طلاق تو طلاق رجعی واقع ہوئی۔

مسئلہ : اگر کہا تجھے مکہ میں طلاق یا فلاں گھر میں طلاق تو فوری طلاق واقع ہوگی۔

مسئلہ : اگر کہا تجھے کل طلاق تو دُوسرے دِن طلوعِ فجر ہوتے ہی طلاق ہوجائے گی اور اگر کہا تجھے رمضان میں طلاق ہے اور کسی خاص دن کی نیت نہ ہو تو رمضان کا مہینہ شروع ہوتے ہی طلاق پڑ جائے گی۔

مسئلہ : شوہر کا بیوی کو یہ کہنا'' میں نے تجھ کو چھوڑ دیا'' اُردو میں طلاق کے لیے صریح ہے اور ایک دفعہ کہنے سے طلاق رجعی پڑ جاتی ہے۔

مسئلہ : کسی غلطی پر اُردو میں اِس طرح بھی کہتے ہیں'' اِس دفعہ تو تمہیں چھوڑ دیا آئندہ ایسا کیا تو نہیں چھوڑیں گے'' یا صرف اِتنا کہنا کہ'' اِس دفعہ تو تمہیں چھوڑ دیا'' اِن سے طلاق نہیں ہوتی کیونکہ یہ الفاظ نہ تو طلاق میں صریح ہیں اور نہ ہی کنایہ ہیں۔

مسئلہ : شوہر کا بیوی کو یہ کہنا'' میں نے تجھے آزاد کر دیا'' اُردو میں طلاق ِصریح ہے کیونکہ ہمارے علاقوں کے لوگ عورت کے لیے اِن الفاظ کا اِستعمال صرف طلاق میں کرتے ہیں۔

مسئلہ : شوہر کا بیوی کو یہ کہنا'' تو حرام ہے'' یا'' میں نے تجھ کو حرام کیا'' یہ طلاقِ صریح بائن ہے اِس سے ایک طلاقِ بائن بلانیت واقع ہوجاتی ہے۔ (جاری ہے)

وفیات

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

☆ ۲۳ر نومبر کو جناب قاری محمد ایوب صاحب رحمة اللہ علیہ دل کی تکلیف کی وجہ سے ۹۸ برس کی عمر پا کر اپنے خالقِ حقیقی سے جاملے، قاری صاحبؒ نے تمام عمر قرآن کی خدمت میں گزاردی، سینکڑوں قرآن پاک کے حفاظ آپ کے لیے آخرت کا سرمایہ ہیں، انارکلی لاہور میں مولانا میاں عبدالرحمٰن صاحب کی مسجد میں آپ نے زندگی کے آخری ۴۷ برس قرآن پاک کی تعلیم دیتے ہوئے گزارے، قبل ازیں مسلم مسجد بیرون لوہاری دروازہ اور دیگر مقامات پر قرآن ہی کی خدمت کرتے رہے، نہایت حلیم الطبع اور دھیمے مزاج کے انسان تھے، راقم الحروف محمود میاں کو بھی ۱۹۶۵ء سے قبل کچھ عرصہ آپ کی شاگردی کا شرف حاصل رہا ہے۔ قارئین کرام کی خدمت میں بھی گزارش ہے کہ وہ حضرت قاری صاحبؒ کی مغفرت اور بلندی درجات کے لیے دُعاء فرمائیں، اللہ تعالیٰ حضرت قاری صاحب کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے اور اُن کے پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق نصیب ہو، آمین۔

☆ جامعہ مدنیہ جدید کے اُستاذ الحدیث حضرت مولانا امان اللہ صاحب مدظلہم کے بڑے بھائی مولانا عطاء اللہ صاحب بوجہ کینسر رمضان سے ذرا پہلے دامان ضلع اَٹک میں وفات پا گئے۔ مرحوم بہت نیک سیرت اِنسان تھے، آپ جامعہ مدنیہ قدیم کے اُستاذ الحدیث حضرت مولانا کریم اللہ صاحب رحمة اللہ علیہ کے صاحبزادے تھے۔

☆ جامعہ مدنیہ قدیم کے فاضل مولانا شاہد ریاض صاحب کی والدہ صاحبہ طویل علالت کے بعد مؤرخہ ۲۹ر اکتوبر کو لاہور میں وفات پا گئیں۔ مرحومہ نے بہت طویل بیماری کاٹی، اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اُن کی بیماری کو اُن کے لیے کفارۂ سیئات اور رفع درجات کا سبب بنائے، آمین۔

ادارہ تمام سوگواروں کے غم میں برابر کا شریک ہے۔ اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل نصیب ہو۔

جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ میں جملہ مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب کرایا گیا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

اخبار الجامعہ

﴿ جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور ﴾

٣١ر اکتوبر کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب چناب نگر چنیوٹ میں منعقد ہونے والی ''ختمِ نبوت کانفرنس'' میں شرکت کی غرض سے تشریف لے گئے۔ رات کو چناب نگر سے واپسی پر قاری محمد عثمان صاحب کے اصرار پر فیصل آباد اور جناب شیخ محمد امین صاحب کی خواہش پر شیخوپورہ ہوتے ہوئے رات ساڑھے بارہ بجے واپس تشریف لے آئے۔

٩ر نومبر کو حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب کراچی کے سفر پر تشریف لے گئے جہاں بڑے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور محبّ حاجی عبدالوہاب صاحب مرحوم کی دو پوتیوں کی شادی میں شرکت کی اور نکاحِ مسنونہ منعقد کرایا۔ کراچی میں حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب چشتی مدظلہم العالی، حضرت قاری شریف احمد صاحب مدظلہم، حضرت مولانا سعید احمد صاحب جلال پوری مدظلہم اور دیگر احباب سے ملاقات کی، ١٢ر نومبر کو بخیریت لاہور واپسی ہوئی۔

١٣ر نومبر کو جامعہ مدنیہ جدید میں مختلف ملکی اور غیر ملکی مہمانوں کی آمد و رفت رہی۔

١٤ر نومبر کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب حافظ گل نواز متعلم جامعہ مدنیہ جدید کی دعوت پر ''جامع مسجد عائشہ صدیقہؓ '' مکھو والی رائیونڈ روڈ میں افتتاح جمعۃ المبارک کے لیے تشریف لے گئے۔

١٩ر نومبر کو اِسلام آباد سے جناب وسیم زیدی صاحب اپنے رفقاء کے ہمراہ جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات کی۔

٢٠ر نومبر کو جناب محسن اعجاز صاحب جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات کی، الحامد ٹرسٹ اور مستشفیٰ الحامد کے سلسلہ میں مشاورت ہوئی۔

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامدؒ

کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلبِ سڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمد للہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اور اپنے عزیز واقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید واَراکین اور خدام خانقاہ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

1۔ سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 5330310 - 42 - 92+ - 5330311 - 42 - 92+

2۔ سیّد محمود میاں ''بیت الحمد'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون نمبر : 7726702 - 42 - 92+ - 7703662 - 42 - 92+

موبائل نمبر 4249301 - 333 - 92+ V فون نمبر : 6152120 - 42 - 92+

جامعہ مدنیہ جدید کا اکاؤنٹ نمبر 0-7915 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ (0954) لاہور (آن لائن)

مسجد حامد کا اکاؤنٹ نمبر 1-1046 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ (0954) لاہور (آن لائن)